بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

قرآن مجید میں انبیاء علیہم السّلام کے حالات ٭

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ

البتہ ضرور ان کے حالات میں عقلمندوں کے لیئے عبرت ہے۔

مسیحی معترضین کو قرآنی تذکروں کے بارے میں ایک سخت غلطی لگی ہے۔ ان تذکروں کے متعلق قرآن شریف انباء الغیب یعنی غیب کی خبریں اور اسی قسم کے اور الفاظ استعمال کرتا ہے۔ اور نیز ان کو آیات یعنی نشان کہکر پکارتا ہے۔ مسیحی صاحبان نے ان الفاظ کے سمجھنے میں سخت غلطی کھائی ہے۔ اُن کا خیال ہے کہ قرآن شریف میں گذشتہ انبیاءؑ اور گذشتہ اقوام کے حالات کو اس لیئے انباء الغیب یعنی غیب کی خبریں کہکر پکارا گیا ہے تا اس سے یہ ظاہر ہو کہ اِن حالات کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے خبر نہ تھی اور آپ کا اِن غیر معلوم قصوں کو بیان کرنا گویا غیب کی باتوں کا بیان کرنا تھا اور اس بات کا ایک ثبوت تھا کہ یہ سب باتیں آپ کو بذریعہ وحی جتلائی گئی ہیں[۴] آپ کو پہلے ان تفاصیل کی خبر نہ تھی اور نہ آپنے یہ تفاصیل کسی یہودی۔ مسیحی یا مجوسی سے حاصل کیں بلکہ جو کچھ آپنے بیان کیا خدائے تعالیٰ سے الہام پاکر بیان کیا

[۴] مگر گو یہ بات درست ہے کہ جس تفصیل کے ساتھ یہ حالات قرآن شریف میں بیان کئے گئے ہیں۔

٭ بجواب کتاب ینابیع الاسلام ؛

اور اس میں کچھ شک و شبہ نہیں کہ قرآن مجید کا ایک ایک لفظ اور ایک ایک حرف خالص وحی الٰہی کے پاک سرچشمہ سے نکلا ہوا ہے مگر جب قرآن شریف ان حالات کو انباء الغیب اور آیات کہکر پکارتا ہے تو اُس کا یہ مطلب نہیں کہ چونکہ یہ قصے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم نہ تھے اس لیئے یہ غیب کی خبریں ہیں اور آپکا ان قصوں کو بیان کرنا اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ خدائے تعالیٰ کے نبی ہیں۔ خدائے تعالیٰ کہیں بھی یہ نہیں فرماتا کہ اس نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس لیئے سچا نبی سمجھنا چاہیئے کہ یہ ایسی ایسی کہانیاں سناتا ہے جن کا اُس کو پہلے علم نہ تھا۔ بے شک قرآن مجید اُن حالات کو جو قرآن مجید میں مذکور ہیں آیات کہتا ہے مگر جو شخص اس سے یہ خیال کرے کہ ان حالات کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے علم نہ تھا اس لیئے یہ حالات آپ کی نبوت کے آیات ہیں وہ قرآن شریف کے مطالب سے بے خبر ہے۔ راڈویل مترجم قرآن سورہ یوسفؑ کا ترجمہ کرتے ہوئے اپنے ایک نوٹ میں لکھتا ہے کہ "میور کا خیال ہے۔ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس زمانہ میں یقیناً عمداً دھوکہ دینا شروع کر دیا تھا یہ ظاہر کرکے کہ یہ واقعات مجھے خدا کی طرف سے بذریعہ وحی معلوم ہوئے ہیں" مسیحی معترضین کو شرم نہیں آتی کہ کیسی جلدی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر دھوکہ دینے کا الزام لگاتے ہیں۔ عربی میں یہ مثال کیسی سچی ہے کہ (المرءُ یقیس علیٰ نفسہ ہر ایک شخص اپنے نفس پر دوسروں کا بھی قیاس کرتا ہے۔ اگر ایک شخص خود اپنے لیئے دوسرے کو فریب و دھوکہ دینا جائز سمجھتا ہے تو دوسروں کی نسبت بھی ایسی ہی رائے لگاتا ہے مگر جو شریف انسان ہوتا ہے وہ دوسرے شریف لوگوں کے بارے میں بُری رائے قائم نہیں کرتا۔ مسیحی معترضین بڑے عقلمند ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں مگر جب اسلام پر نکتہ چینی کرنے کا وقت آتا ہے تو معلوم نہیں کیوں اُنکی عقل پر پردہ پڑ جاتا ہے۔ اس بات کے سمجھنے کے لیئے کہ قرآن مجید گذشتہ اُمتوں اور نبیوں کے حالات کو کیوں آیات قرار دیتا ہے کسی بڑے فکر اور تدبّر کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ قرآن مجید سے یہ صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ خدائے تعالیٰ ان حالات کو بطور پیشگوئیوں کے بیان کرتا ہے اور اسی لیئے انکا نام آیات رکھتا ہے۔

یہ امر کہ خدا تعالیٰ کس غرض سے گذشتہ اُمتوں اور اُن کے نبیوں کے حالات قرآن شریف میں بیان کرتا ہے مندرجہ ذیل آیات فرقانی سے ہویدا ہے :-

(۱) وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ۭ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ حَتّٰٓي اِذَا اسْتَيْــَٔسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَاۗءَهُمْ نَصْرُنَا ۙ فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَاۗءُ ۭ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ۝ لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ۭ (یوسف - ۱۲)

ترجمہ اور نہیں بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے مگر مرد کہ وحی بھیجی تھی ہم نے اُنکی طرف بستیوں کے رہنے والوں میں سے - کیا اُنہوں نے زمین میں پھر کر نہیں دیکھا کہ اُن سے پہلی اُمتوں کا کیسا انجام ہوا - اور آخرت کا گھر متقیوں کے لیئے اور بھی بہتر ہے - یہاں تک کہ جب رسول مایوس ہو گئے اور اُنہوں نے یہ خیال کیا کہ اُن سے جھوٹ بولا گیا (ایسی حالت میں) اُنکے پاس ہماری مدد پہنچی - پس جس کو ہم چاہتے تھے نجات دی گئی اور ہمارا عذاب مجرموں کے گروہ سے نہیں ٹلتا - ان کے حالات میں عقلمندوں کے لیئے یقیناً ایک سبق ہے ؎

(ب) اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ڛ وَالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ڛ لَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ ۭ جَاۗءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرَدُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فِيْٓ اَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوْٓا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَاِنَّا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ۝ ...... وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ۭ فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۭ

ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَخَافَ وَعِيْدِ ○ وَ اسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ○ (ابراہیم - ۲ و ۳)

ترجمہ کیا تمھارے پاس اُن قوموں کی خبر نہیں پہنچی جو تم سے پہلے تھیں - یعنی قوم نوح اور عاد اور ثمود کی قومیں اور وہ لوگ جو اُن کے پیچھے آئے ۔ اُنکو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا - جب اُن کے پاس اُن کے رسول کھلی کھلی دلیلیں لیکر آئے تو اُنھوں نے اپنے ہاتھ اپنے مونہوں پر رکھکر کہا کہ جو کچھ تم لے کر آئے ہو ہم اُس کا انکار کرتے ہیں اور جس چیز کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو اُس کی طرف سے ہم شبہ اور شک میں ہیں ...... اور منکرین نے اپنے رسولوں کو کہا کہ اگر تم لوٹ کر ہمارے مذہب میں نہ آؤ گے تو ہم تمھیں اپنے ملک سے نکالدیں گے اُس وقت اُن کے رب نے اُن کی طرف (یعنی رسولوں کی طرف) یہ وحی نازل کی کہ ہم ان ظالموں کو ہلاک کردینگے اور اُنکے بعد تم کو (یعنی انبیاءؑ اور اُن کی جماعت کو) اُس ملک میں آباد کرینگے یہ اُن لوگوں کے لیئے نصیحت ہے جو میرے حضور حاضر ہونے اور میرے وعید سے ڈرتے ہیں - اور انبیاءؑ نے خدا سے دعائیں مانگیں کہ سچ کا فیصلہ ہو اور ہر ایک جبار دشمنی کرنے والا نامراد مرا ۔

(ج) قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ○ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰۤى اَتٰهُمْ نَصْرُنَا وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِى الْمُرْسَلِيْنَ ○

(انعام ۴)

ہم جانتے ہیں کہ جو کچھ (تیرے دشمن) کہتے ہیں اُس سے تو دلگیر ہوتا ہے - یہ تیری تکذیب نہیں کرتے بلکہ یہ ظالم اللہ تعالیٰ کے نشانوں کا انکار کرتے ہیں - تجھ سے پہلے بھی رسولوں کی تکذیب کی گئی - اور انھوں نے مخالفوں کی تکذیب اور ایذا پر صبر سے کام لیا - یہاں تک کہ ہماری نصرت اُن کے پاس آگئی اور خدائے تعالیٰ کی باتوںکو

کوئی ٹال نہیں سکتا۔ اور ان رسولوں کی خبریں تجھے (اس قرآن مجید کے ذریعہ سے) پہنچ چکی ہیں ؛

(د) وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ج (ہود - ۱۰)

ترجمہ۔ اور ہر ایک بات جو ہم رسولوں کی خبروں میں سے تیرے پاس بیان کرتے ہیں اُسکی غرض یہ ہے کہ اس کے ذریعہ ہم تیرے دل کو مضبوط کریں ؛

مندرجہ بالا آیات سے یہ ظاہر ہے کہ قرآن شریف میں جو گذشتہ نبیوں اور پچھلی قوموں کے حالات بیان کیئے گئے ہیں وہ اس غرض سے بیان نہیں کیئے گئے کہ ان سے یہ ثابت کیا جاوے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پوشیدہ کہانیاں اور مخفی قصے بیان کر سکتے ہیں اور اس طرح آپ کا نبی ہونا ثابت ہو بلکہ اُنکے بیان کرنے سے اور ہی غرض مقصود ہے۔ یہ حالات کہانیوں اور قصوں کے رنگ میں بیان نہیں کیئے گئے بلکہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے لَقَدْ كَانَ فِىْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِى الْاَلْبَابِ ؕ یعنی ان انبیاء کے حالات میں عقلمندوں کے لیئے عبرت اور نصیحت ہے ۔ پھر فرمایا ہے نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ج یعنی قرآن شریف میں جو انبیاء سابقین کے حالات بیان کیئے گئے ہیں اُن کی غرض یہ ہے کہ تیرا دل مضبوط ہو یعنی جیسا اس وقت تو کمزور ہے اور دشمن تیری کمزوری اور اپنی قوت اور کثرت کو دیکھ کر اتراتا اور تجھے دُکھ دیتا ہے اور بظاہر تیری کامیابی کا کوئی سامان موجود نہیں ایسا ہی گذشتہ انبیاءؑ کا حال تھا۔ جیسا اس وقت دشمن اپنی طاقت اور جتھے کے گھمنڈ میں تجھے دھمکاتا ہے اور کہتا ہے کہ تم اپنے نئے مذہب کو چھوڑ کر ہمارے مذہب میں داخل ہو جاؤ ورنہ ہم تمھیں اس قدر ستائیں گے کہ آخر تمھیں اس شہر سے بھاگ کر اپنی جان بچانی پڑے گی ایسا ہی تجھ سے پہلے جو نبی آئے اُن کو کہا گیا۔ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِىْ مِلَّتِنَا یعنی اگر تم ہمارے مذہب میں واپس نہیں آجاؤ گے تو ہم تمھیں اپنے ملک میں سے نکال دینگے مگر ایسی حالت میں خدا نے اپنے رسولوں کو

یہ تسلی دی کہ دشمن تمھیں نابود نہیں کر سکیں گے بلکہ بجائے اس کے کہ تمھیں نابود کریں وہ خود نابود کیئے جاوینگے اور جس ملک سے وہ تمھیں نکالکر خود امن سے رہنا چاہتے ہیں ایک زمانہ آئیگا کہ تمھارے مخالفین کا اُس ملک میں پتہ و نشان نہ ملے گا اور اُن کی جگہ تم ہی آباد ہو گے۔ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ وَ لَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ یعنی خدائے تعالیٰ نے اُن نبیوں کی طرف یہ وحی بھیجی کہ ہم ان ظالموں کو ہلاک کر دینگے اور اُن کے بعد تمھیں اس زمین میں آباد کرینگے۔ جس شخص کو کچھ بھی بصارت سے حصہ دیا گیا ہے وہ صاف دیکھ سکتا ہے کہ اس آیت میں یہ پیشگوئی ہے کہ جیسا کہ تجھ سے پہلے نبیوں کے دشمنوں کو خدائے تعالیٰ نے نابود کر دیا اور اُن کی جگہ انبیاءؑ کے پیرووُں کو اُس ملک میں آباد کیا ایسا ہی اب ہوگا یعنی تیرے دشمن ہلاک کیئے جائیں گے اور ملک عرب میں تیرے پیرو آباد ہونگے۔ جب خدائے تعالیٰ نے فرمایا وَ لَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِى الْمُرْسَلِيْنَ ۝ یعنی تیرے پاس رسولوں کی خبر پہنچ چکی ہے تو ایسا کہنے سے خدائے تعالیٰ کا یہ ہرگز منشا نہیں کہ تجھے ہم نے ایسے قصے اور کہانیاں سنائی ہیں جو تو نے پہلے کبھی نہیں سنی تھیں بلکہ اس سے یہ منشا ہے کہ جیسا گذشتہ نبیوں اور اُن کی قوموں کا حال ہوا وہی تیرا اور تیری قوم کا حال ہوگا خدائے تعالیٰ فرماتا ہے وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰٓى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۔ یعنی جیسا اب تیری قوم تجھے جھوٹا کہتی ہے اور تجھے ایذا دیتی ہے ایسا ہی جو رسول تجھ سے پہلے آئے اُن کی بھی تکذیب کی گئی اور انکو بھی اسی طرح دُکھ دیا گیا مگر اُنھوں نے اسپر صبر کیا یہانتک کہ ہماری مدد آگئی اور خدا کی باتوں کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ ناظرین بتلائیں کہ اس آخری فقرہ کا کیا مطلب ہے اور خدائے تعالیٰ کیوں فرماتا ہے کہ خدا کی باتوں کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جیسا اُن نبیوں نے صبر کیا اور آخر ہماری مدد آپہنچی ایسا ہی اب بھی ہوگا یہ خدا کی بات ہے اور خدائے تعالیٰ کی باتیں ٹلا نہیں کرتیں۔ غرض قرآن مجید میں جو

حالات گذشتہ قوموں اور گذشتہ انبیاءؑ کے لکھے ہیں وہ کہانیاں نہیں بلکہ اُن میں اُن واقعات کا نقشہ کھینچا گیا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکی قوم کو پیش آنے والے تھے یعنی یہ حالات آنے والے واقعات کی زبردست پیشگویاں ہیں یہی وجہ ہے کہ ان حالات کو خدائے تعالیٰ انباء الغیب کہکر پکارتا ہے اور یہ خیال کرنا بالکل بے ہودہ ہے کہ چونکہ یہ کہانیاں پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم نہ تھیں اس لیئے اُن کو غیب کی خبریں کہا گیا ہے۔ اگرچہ یہ سچ ہے کہ یہ واقعات بھی اس تفصیل کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم نہ تھے مگر جب ان حالات کو خدائے تعالیٰ غیب کی خبریں کہتا ہے تو اُس سے مراد یہ ہے کہ اُن میں آیندہ کے واقعات کی خبر دی گئی ہے نہ یہ کہ گذشتہ قصے اور کہانیاں بیان کی گئی ہیں یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد گذشتہ اُمتوں اور نبیوں کے حالات بیان کرنے سے یہ ظاہر کرنا نہ تھا کہ آپ ایسی کہانیاں بیان کر سکتے جن کی آپ کو خبر نہ تھی اس امر سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ قرآن شریف میں جن نبیوں اور قوموں کا ذکر کیا گیا ہے اُن میں بعض ایسے نبی اور ایسے لوگ بھی ہیں جن کے حالات سے ملک عرب کے لوگ بے خبر نہ تھے اور جن کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کہہ سکتے تھے کہ یہ پوشیدہ کہانیاں ہیں جو مینے تمھارے پاس بیان کی ہیں مثلاً حضرت ہودؑ کے حالات اور قوم عاد کا بیان۔ حضرت صالحؑ کے حالات اور قوم ثمود کا بیان۔ مگر قرآن شریف میں جیسا حضرت نوحؑ۔ حضرت ابراہیمؑ۔ حضرت موسیٰ علیہم السلام اور اُن کی قوموں کے حالات بیان کیئے گئے ہیں ایسا ہی حضرت ہود اور حضرت صالح علیہما السلام کے حالات بھی بیان کیئے گئے ہیں۔ بلکہ جیسا دیگر انبیاء علیہم السلام کے حالات کو آیات کے طور پر پیش کیا گیا ہے ایسا ہی حضرت ہود اور حضرت صالح علیہما السلام کے حالات کو بھی بطور آیات کے پیش کیا گیا ہے۔ (دیکھو سورہ شعراء) اس سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء علیہم السلام اور اُن کی قوموں کے حالات کو اس لیئے آیات نہیں کہا کہ وہ پوشیدہ کہانیاں تھیں بلکہ اس لیئے آیات کہا ہے کہ اُن میں آنے والے واقعات کی پیشگویاں ہیں جن کا پورا ہونا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا نشان تھا۔

قرآن مجید میں گذشتہ نبیوں اور ان کی امتوں کے تذکرے کس غرض سے بیان کیے گئے ہیں یہ امر اور بھی واضح ہوجاتا ہے جب ہم ان آیات پر غور کرتے ہیں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کو بار بار متنبہ کیا گیا ہے کہ وہ گذشتہ امتوں اور انکے انبیاء کے حالات سے سبق حاصل کریں ورنہ ان کا بھی وہی حشر ہوگا جو گذشتہ انبیاءؑ کے دشمنوں کا ہوا۔ ناظرین مندرجہ ذیل آیات قرآنی کو غور سے پڑھیں۔

(ا) وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ۝ (انعام - ۱ و ۲)

تجھ سے پہلے جو رسول گذرے ہیں اُن پر بھی ہنسی کی گئی۔ مگر جس چیز پر ہنسی کرتے تھے اُسی نے آخر ہنسی کرنے والوں کو گھیر لیا۔ تو اپنے جھٹلانیوالوں کو کہہ کہ زمین میں پھر کر دیکھو پہلے جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا (پس ایسا ہی تمھارا بھی انجام ہوگا)

(ب) وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوْا فِي الْبِلَادِ هَلْ مِنْ مَّحِيْصٍ ۝ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ ۝ (ق - ۳) ان (مکہ والوں) سے پہلے ہم نے کتنی نسلیں ہلاک کیں جو ان مکہ والوں سے طاقت میں .... زیادہ زبردست تھے۔ پس انھوں نے زمین میں چھید ڈالے کیا کوئی بھاگنے کی جگہ ہے۔ اس میں نصیحت ہے، ایسے شخص کیلئے جس کا دل ہو اور جو کان رکھ کر سنے اور وہ دل سے حاضر ہو۔

(ج) كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْيَ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَلَقَدْ

ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝

(زمر - ۳) ان (مکہ والوں) سے پہلے بھی لوگوں نے (انبیاء کی) تکذیب کی۔ پس اُنپر عذاب ایسی جگہ سے آیا جہاں کہ اُن کو خواب و خیال بھی نہ تھا۔ اس ورلی زندگی میں خدائے تعالیٰ نے انکو ذلّت کا مزہ چکھایا اور آخرۃ کا عذاب تو اس سے بھی بڑھکر ہے کاش کہ وہ جانتے۔ اور ہم نے لوگوں کے لیئے اس قرآن میں ہر طرح کی مثال بیان کی ہے تاکہ وہ سبق حاصل کریں ؛

(د) فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ ۝ (فصلت - ۲) اگر (مکہ والے) مُنہ پھیرلیں تو انکو کہدے کہ میں تم کو ایسے ہی عذاب سے ڈراتا ہوں جیساکہ عاد اور ثمود کا عذاب تھا ؛

(ھ) وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ لَّيَكُوْنُنَّ اَهْدٰى مِنْ اِحْدَى الْاُمَمِ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ مَّا زَادَهُمْ اِلَّا نُفُوْرَا ۙ اِسْتِكْبَارًا فِى الْاَرْضِ وَمَكْرَ السَّيِّئِ ۚ وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ ۚ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّتَ الْاَوَّلِيْنَ ۚ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا ۝ اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَكَانُوْا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَيْءٍ فِى السَّمٰوٰتِ وَلَا فِى الْاَرْضِ ۚ اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا ۝

(فاطر - ۵) اُنہوں نے اللہ تعالیٰ کی سخت قسم کھائی کہ اگر اُنکے پاس نذیر آیا تو وہ ہر ایک اُمت سے زیادہ راہ پانے والے ہونگے۔ مگر جب اُنکے پاس نذیر آیا تو اُس کے آنے سے اُنہوں نے صرف بیزاری اور نفرت میں ترقی کی۔ بہ سبب اس کے کہ اُنہوں نے زمین میں تکبر کیا اور بُری تدبیریں کیں۔ اور بُری تدبیریں تو صرف کرنے والوں کو گھیرتی ہیں۔ پس یہ لوگ صرف اُسی سلوک کا انتظار کرتے ہیں جو پہلی قوموں کے ساتھ کیا گیا۔ اور خدا کی اُس سُنّت میں جو نبیوں کے دشمنوں کے متعلق ہے تو ہرگز کوئی تبدیلی نہیں

پائیگا اور خدائے تعالیٰ کی سُنّت نہیں ٹلے گی۔ کیا تیرے دشمنوں نے زمین میں پھر کر نہیں دیکھا کہ جو قومیں اُن سے پہلے گذری ہیں (یعنی جنہوں نے اُن کی طرح نبیوں سے عداوت کی) اُن کا کیا انجام ہوا اور وہ ان سے (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں سے) طاقت اور قوّت میں بہت بڑھے ہوئے تھے۔ اور کوئی چیز نہیں نہ آسمانوں میں نہ زمین میں جو اللہ تعالیٰ کو عاجز کر سکے۔ وہ علیم بھی ہے اور قدرت بھی رکھتا ہے ؛

(و) ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْقُرٰى نَقُصُّهٗ عَلَيْكَ مِنْهَا قَآئِمٌ وَّ حَصِيْدٌ ۝ ...... وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِىَ ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ اَخْذَهٗۤ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ۝ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ؕ (ہود - ۹) یہ ہیں بعض خبریں بستیوں کی جو ہم تیرے پاس بیان کرتے ہیں۔ بعض ان میں سے ابھی موجود ہیں اور بعض بالکل جڑھ سے کاٹی گئیں اور اُن کا اب نام و نشان بھی باقی نہیں ...... تیرا رب جب ظالم بستیوں کو پکڑا کرتا ہے تو اسی طرح پکڑتا ہے اُس کا پکڑنا بڑا دردناک اور سخت ہے۔ اس میں نشان ہے ایسے شخص کے لئے جو آخرت کے عذاب سے ڈرتا ہے ؛

(ز) وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَمْلَيْتُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ۝ (رعد - ۵) (جیسا تجھ پر تیرے دشمن ہنسی کرتے ہیں ایسا ہی) تجھ سے پہلے بھی رسولوں پر ہنسی کی گئی ہے۔ ہم نے منکروں کو ایک عرصہ تک مہلت دی اُس کے بعد مَیں نے اُنکو پکڑا اور میرا عذاب کیسا سخت تھا ؛

(ح) اَهُمْ خَيْرٌ اَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ وَّالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ اَهْلَكْنٰهُمْ اِنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ۝ (دخان - ۲) کیا یہ (تیرے مخالف) اچھے ہیں یا قوم تبع اور اور قومیں جو اُن سے پہلے گذری ہیں۔ ہم نے اُنکو ہلاک کیا۔ تحقیق وہ مجرم

لوگ تھے ؎

(ط) وَ كَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ هِيَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِيْٓ اَخْرَجَتْكَ اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ (محمد-۲) اور بہت بستیاں ہیں جو تیری اُس بستی سے جس نے تجھے نکالا زیادہ طاقتور تھیں۔ ہم نے اُن کو ہلاک کیا اور کوئی اُنکی مدد نہ کر سکا ؎

(ی) اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ (مجادلہ-۱) جو لوگ اللہ اور اُس کے رسول (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کا مقابلہ کرتے ہیں وہ ہلاک کیئے جائیں گے جیسا کہ وہ قومیں ہلاک کی گئیں جو اُن سے پہلے تھیں۔ اور کافروں کے لیئے رسوا کرنے والا عذاب ہے ؎

(ک) اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاَثَارُوا الْاَرْضَ وَعَمَرُوْهَآ اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا وَجَاۗءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۭ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝ ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَاۗءُوا السُّوْۗآٰى اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ (روم-۱) کیا اُنہوں نے زمین میں پھر کر نہیں دیکھا کہ جو قومیں ان سے پہلے گذریں اُن کا کیا انجام ہوا وہ اِن سے قوت میں بڑھے ہوئے تھے اور انہوں نے زمین کو پھاڑا اور مکّہ والوں کی نسبت زیادہ زمین کو آباد کیا۔ اور اُنکے رسول اُن کے پاس کھُلے دلائل لیکر آئے۔ اللہ تعالیٰ نے اُنپر ظلم نہیں کیا بلکہ خود اپنی جانوں پر ظلم کیا کرتے تھے پھر بدی کرنیوالوں کا انجام بُرا ہوا اس لیئے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے نشانوں کی تکذیب کی اور وہ اُنپر ہنسی کیا کرتے تھے ؎

قرآن مجید کی مندرجہ بالا آیات کافی طور سے اس امر کو ظاہر کرتی ہیں کہ قرآن شریف میں گذشتہ انبیاءؑ اور اُن کی قوموں کے حالات کس غرض سے بیان کیئے گئے ہیں۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ نبی بھی (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک ایسا ہی نذیر ہے جیسا کہ

اس سے پہلے دنیا میں نذیر آئے۔ اور یہ کہ خدائے تعالیٰ کا یہ قانون ہے کہ وہ اپنے نبیوں کے دشمنوں کو ہلاک کر دیتا ہے اور اپنے پاک بندوں کو اُن کے ستانے والوں پر فتح مبین عطا فرماتا ہے۔ یہ خدائے تعالیٰ کا اٹل قانون ہے اور چونکہ یہ نبی بھی ایک سچا نبی ہے اس لیئے اس کے دشمنوں سے بھی وہی برتاؤ کیا جائیگا جو پہلے نبیوں کے دشمنوں سے برتاؤ کیا گیا۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ فِی الْاَذَلِّیْنَ ۝ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ۔ اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ ۝ (مجادلہ-۳) جو اللہ اور اُس کے رسول کا مقابلہ کرتے ہیں وہی نیچا دیکھیں گے۔ خدائے تعالیٰ نے یہ بات لکھ رکھی ہے کہ ضرور میں اور میرے رسول ہی غالب آیا کریں گے۔ اللہ تعالیٰ طاقتور اور زبردست ہے۔ اسی قانون کی تشریح کے لیئے قرآن مجید میں انبیاء علیہم السلام اور اُن کی قوموں کے حالات کثرت سے بار بار بیان فرمائے گئے ہیں۔ ان حالات کے بیان کرنیکی غرض خود اُنہی حالات میں واضح طور پر بیان کی گئی ہے اور جب ہم ان حالات کو پڑھتے ہیں تو یہ امر صاف طور پر کھل جاتا ہے کہ اِن حالات کے بیان کرنے والے کی غرض یہ نہیں کہ ایک قصہ ہمیں سنائے بلکہ اُس کی غرض یہ ہے کہ سُننے والے اُس سے عبرت حاصل کریں۔ اس امر کے ثابت کرنیکے لیئے میں بعض انبیاءؑ کے حالات کو جو قرآن شریف میں بیان کیئے گئے ہیں بطور مثال کے پیش کرتا ہوں :-

حضرت نوح علیہ السلام کے حالات

پہلے میں حضرت نوح علیہ السلام کے بیان کو پیش کرتا ہوں ناظرین اس عظیم الشان نبیؑ کے حالات کو سورہ یونسؑ میں ملاحظہ فرماویں اِس سورہ شریفہ میں آپکے حالات اِن الفاظ کے ساتھ شروع ہوتے ہیں وَاتْلُ عَلَیْهِمْ نَبَاَ نُوْحٍ م یعنی ان لوگوں کو نوح (علیہ السلام) کی خبر پڑھ کر سُناؤ۔ خود یہی لفظ جن کے ساتھ حضرت نوح علیہ السلام کے بیان کو شروع کیا گیا ہے صاف طور پر ظاہر کر رہے ہیں کہ اس بیان سے بیان کرنیوالے کی غرض کیا ہے۔ خدائے تعالےٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم کرتا ہے کہ تم اپنی قوم کو حضرت نوح علیہ السلام اور اُن کی قوم کا

حال سُناؤ۔ یہ حکم کیوں دیا گیا ہے۔ اس لیئے کہ اس بیان میں آپ کی قوم کے لیئے ایک عبرت اور ایک سبق ہے۔ اس کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کے وہ الفاظ درج ہیں جو آپنے اپنی قوم کو مخاطب کر کے فرمائے۔ اور وہ الفاظ یہ ہیں۔ یٰقَوْمِ اِنْ کَانَ کَبُرَ عَلَیْکُمْ مَّقَامِیْ وَتَذْکِیْرِیْ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ فَعَلَی اللّٰہِ تَوَکَّلْتُ فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَکُمْ وَشُرَکَآءَکُمْ ثُمَّ لَا یَکُنْ اَمْرُکُمْ عَلَیْکُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوْٓا اِلَیَّ وَلَا تُنْظِرُوْنَ ۝ یعنی اے میری قوم۔ اگر میرا کھڑا ہونا اور میرا اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ نصیحت کرنا تمھیں دو بھر معلوم ہوتا ہے تو میرا بھروسہ اللہ تعالیٰ پر ہے پس تم اپنے کام کو مقرر کر لو اور اپنے شرکا کو جمع کرو پھر تمھاری بات تم پر پوشیدہ نہ رہے پھر تم مجھ پر ٹوٹ پڑو اور مجھے مہلت نہ دو۔ کیا ناظرین یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ صرف کہانی کے الفاظ ہیں۔ یہ صرف حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ نہیں تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا بلکہ یہ آپ کے ذاتی واقعات تھے جو آپنے اپنی قوم کو سُنائے۔ اور اس لیئے جو کچھ کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو سُنایا وہ درحقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کو مخاطب کر کے سُنایا۔ حضرت نوح علیہ السلام کی طرح آپنے اپنی قوم کو کہا کہ میرا بھروسہ خدائے تعالیٰ پر ہے۔ تم اپنی تدبیروں کو جمع کرو اور اپنے سب معبودوں کو بھی اپنی مدد کے لیئے بلاؤ اور اپنے شرکا کو بھی اکٹھا کرو اور چھپ کر میری دشمنی نہ کرو بلکہ کُھلم کُھلا زور لگاؤ۔ اور سب کے سب مجھ پر ٹوٹ پڑو اور مجھے مہلت نہ دو ان الفاظ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کو کُھلم کُھلا چیلنج دیا کہ میرے تباہ کرنے کے لیئے تم جتنا زور لگا سکتے ہو لگاؤ اور میرے سلسلہ کی بیخکنی کے لیئے تم کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑو۔ میرا خدا میری مدد کریگا اور بجائے اس کے کہ تم مجھے تباہ کر سکو تم خود تباہ کیئے جاؤ گے جیسا کہ نوح علیہ السلام کی قوم تم سے پہلے تباہ کی گئی۔ اس کے بعد قرآن شریف یہ بیان کرنے کے بعد کہ کس طرح خدائے تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو بچایا اور آپ کے دشمنوں کو ہلاک کیا اس بیان کو مندرجہ ذیل پُر معنی الفاظ میں ختم کرتا ہے فَانْظُرْ کَیْفَ کَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِیْنَ ۝ پس دیکھ کہ اُن

لوگوں کا جن کو پہلے ڈرایا گیا تھا کیسا انجام ہوا۔ حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ کو ان الفاظ پر ختم کرنے سے صاف یہ غرض ہے کہ جیسا حضرت نوح علیہ السلام کے مخالفوں کا انجام ہلاکت ہوا۔ ایسا ہی اس وقت کے مخالفین کا حال ہوگا بشرطیکہ وہ حق کی طرف رجوع نہ کریں ؛

سورہ ہود میں خدائے تعالیٰ اُن الفاظ کو نقل کرتا ہے جو حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے آپ کو کہے اور وہ الفاظ یہ ہیں فَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَوْمِهِ مَا نَرَاكَ إِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرَاكَ اتَّبَعَكَ إِلَّا الَّذِينَ هُمْ أَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّأْيِ وَمَا نَرَىٰ لَكُمْ عَلَيْنَا مِن فَضْلٍ بَلْ نَظُنُّكُمْ كَاذِبِينَ ۝ یعنی حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے انکار کرنے والے سرداروں نے حضرت نوحؑ کو کہا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ تُو صرف ہمارے جیسا ایک انسان ہے اور تیرے تابعدار بھی ہم میں نہایت ہی چھوٹے درجہ کے لوگ ہیں اور ہم تم میں کوئی فضیلت کی بات نہیں دیکھتے بلکہ ہم تمھیں کاذب خیال کرتے ہیں۔ مگر حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے منکر سرداروں کی طرح قریش کے متکبر سردار ابوجہل۔ عتبہ۔ شیبہ۔ وغیرہم بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اتباع کے بارہ میں اسی قسم کے الفاظ کہا کرتے تھے۔ اور اس لیئے حضرت نوحؑ کے قصہ میں اُنکے لیئے ایک عبرت اور ایک پیشگوئی تھی۔ حضرت نوح علیہ السلام اور آپ کے اتباع کو آپ کی قوم کے منکر سردار کمزور سمجھتے تھے اور نہایت حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ مگر خدائے تعالیٰ نے اپنے نبی اور اُس کے کمزور اتباع کی نصرت فرمائی اور اُنکے مغرور دشمنوں کو ہلاک کیا۔ اور خدائے تعالیٰ حضرت نوح علیہ السلام اور آپ کے متکبر دشمنوں کا یہ قصہ مکہ کے سرکش سرداروں کو سنا کر یہ بتلاتا ہے کہ یہی حال تمھارا ہوگا

اس سورہ یعنی سورہ ہود میں بھی جن الفاظ کے ساتھ حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ ختم ہوتا ہے وہ بھی نہایت قابل غور ہیں۔ اس قصہ کو ختم کرکے خدائے تعالیٰ فرماتا ہے تِلْكَ مِنْ أَنبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهَا إِلَيْكَ ۖ مَا كُنتَ تَعْلَمُهَا أَنتَ وَلَا قَوْمُكَ مِن قَبْلِ هَٰذَا ۖ فَاصْبِرْ ۖ إِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِينَ ۝ یہ غیب

خبریں ہیں جو ہم تیری طرف وحی کرتے ہیں اس سے پہلے یہ نہ تجھے معلوم تھیں اور نہ تیری قوم کو پس تو صبر کر۔ اور اس بات پر یقین رکھ کہ انجام متقیوں کے لیئے ہے حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ کو کیوں انباء الغیب کہا گیا اس کو غیب کی خبر اس لیئے نہیں کہا گیا کہ طوفان نوح کی خبر کبھی پہلے کسی کو معلوم نہ تھی نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور نہ آپ کی قوم میں سے کسی فرد کو بلکہ اس قصہ کو اس لیئے انباء الغیب کہا گیا ہے کہ اس میں آپکے اور آپ کی قوم کے آنے والے واقعات کی خبر دی گئی ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ تو ان غیب کی خبروں کو پہلے نہیں جانتا تھا اور نہ تیری قوم ان خبروں کو پہلے جانتی تھی۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ آپ کو اور آپکے زمانہ کے لوگوں کو طوفان نوح وغیرہ کی کچھ بھی خبر نہ تھی بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جن آنیوالے واقعات کی اس قصہ کے ذریعہ خبر دی گئی ہے اُن کی خبر نہ تجھے پہلے تھی اور نہ تیری قوم کو۔ مکّہ کے سردار نہیں جانتے تھے کہ ہمارے لیئے بدر کے میدان میں غرق مُقدّر ہے۔ جب حضرت نوح علیہ السلام اور آپ کی قوم کا ماجرا اُن کو سنایا گیا تو اُس وقت اُن کو اپنی طاقت کا اسقدر گھمنڈ تھا کہ اُن کے وہم وگمان میں بھی یہ امر نہیں آسکتا تھا کہ ہمارا انجام ہلاکت ہے اور وہ مسلمانوں کی ضعفاء کی جماعت کو جو اُن کے شہر کا نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) اُن کے سامنے تیار کر رہا تھا ایسی حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے کہ اُنکے واہمہ میں بھی یہ خیال نہیں آسکتا تھا کہ انہی ضعفاء کے ہاتھوں سے وہ نابود کیئے جائیں گے۔ جیسا حضرت نوح علیہ السلام کی قوم اُنکی کشتی کو دیکھ کر ہنستی تھی ایسا ہی مکّہ کے صنادید اس چھوٹی سی اسلامی جماعت کو دیکھکر ہنستے تھے اور اُن کو یہ معلوم نہیں تھا کہ یہی کشتی۔ اسلام کی نجات کا ذریعہ ٹھہریگی اور اسی کشتی کے سامنے وہ صنادید خشک بیابان میں غرق ہونگے۔ یہ عجیب وغریب خبریں تھیں جو حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ میں اُن کو پیش از وقت سُنائی گئی تھیں اور انہی کا نام انباء الغیب رکھا گیا کیونکہ یہ واقعات ابھی غیب کے پردہ میں مخفی تھے۔ اسی لیئے تو قرآن شریف حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ کو ختم کرنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب

کرکے فرماتا ہے فَاصْبِرْ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ پس صبر کرو۔ اور یقیناً یاد رکھو کہ انجام متقیوں کے لیئے ہے۔ ان الفاظ سے خدائے تعالیٰ اس امر کی طرف متوجہ کرتا ہے کہ جیسا نوح علیہ السلام اور اُن کی قوم کا حال ہوا ویسا ہی اب ہوگا پس تم مت گھبراؤ اور دشمن کی طاقت اور اُن کی تعدادوں کو دیکھکر حوصلہ نہ ہارو کیونکہ جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں متقیوں کا گروہ آخرکار کامیاب ہوا اور اُن کے دشمن غرق کیئے گئے ایسا ہی اب بھی خدائے تعالیٰ متقیوں کی جماعت کی مدد کرے گا اور اُن کے دشمنوں کا نام و نشان مٹا دیگا۔ غرض قرآن شریف کے پڑھنے سے یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ قرآن شریف میں صرف کہانی کے طور پر بیان نہیں کیا گیا بلکہ اس میں آنیوالے واقعات کی خبر دی گئی ہے اور یہ بتلایا گیا ہے کہ جیسا نوح علیہ السلام کے زمانہ میں آپکے دشمن ہلاک ہوئے ایسا ہی اب بھی شہر مکہ کا نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کامیاب ہوگا اور اُس کے دشمن صفحہ ہستی سے مٹا دیئے جائیں گے یہی وجہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ کے متعلق خدائے تعالیٰ فرماتا ہے تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ یعنی یہ غیب کی خبریں ہیں اور پھر سورۂ مومنون میں اسی قصہ کے بارے میں فرمایا ہے اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ یعنی اس بیان میں نشانات ہیں۔ (مومنون ع ۲)

حضرت شعیب۔ حضرت موسیٰ اور دیگر انبیاء علیہم السلام جیسا قرآن شریف میں حضرت نوح علیہ السلام کے حالات کے پڑھنے سے یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ یہ حالات بطور قصہ کے بیان نہیں کیئے گئے۔ بلکہ بطور پیشگوئی کے بیان کیئے گئے ہیں یہی امر دوسرے انبیاءؑ کے حالات کے مطالعہ سے جو قرآن مجید میں مذکور ہیں ثابت ہوتا ہے۔ ان حالات کو غور سے پڑھو تو تمھیں معلوم ہو جائیگا کہ ان میں سے ہر ایک بیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایک پیشگوئی ہے۔ ہر ایک بات میں جو انبیائے سابقین کے متعلق بیان کی گئی ہے سوچنے والوں کے لیئے ایک نشان اور ایک سبق ہے۔ جو جو باتیں پہلے نبیوں نے اپنی قوموں کو کہیں وہی باتیں مکی نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قوم پر چسپاں ہوتی تھیں۔ مثلاً

سورہ ہود میں وہ اقوال درج کیے گئے ہیں جو حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم نے اپنے نبی کو کہے اور نیز وہ اقوال درج ہیں جو حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو کہے اور یہ اقوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی قوم پر بھی ایسے ہی زور کیساتھ چسپاں ہوتے ہیں جیسے کہ حضرت شعیب علیہ السلام اور آپ کی قوم پر چسپاں ہوتے تھے۔ مثلاً خدائے تعالیٰ فرماتا ہے قَالُوْا یٰشُعَیْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِیْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ وَ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْنَا ضَعِیْفًا ۚ وَ لَوْ لَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ٘ ۫ وَ مَاۤ اَنْتَ عَلَیْنَا بِعَزِیْزٍ ۝ یعنی حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم نے کہا اے شعیب تیری اکثر باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتیں اور ہم تجھے اپنی جماعت میں بہت ضعیف دیکھتے ہیں اور اگر تیری برادری کا لحاظ نہ ہوتا تو ہم تجھے پتھر مار مار کر مار ڈالتے اور تو ہم پر قدرت نہیں رکھتا۔ اب ہو بہو یہی بات مکہ والے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کہتے تھے۔ اس لیے جو جواب حضرت شعیب علیہ السلام کی طرف سے اُن کی قوم کو دیا گیا وہ درحقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مکہ والوں کے قول کا جواب تھا اور وہ جواب یہ ہے یٰقَوْمِ اَرَهْطِیْۤ اَعَزُّ عَلَیْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَ اتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَآءَكُمْ ظِهْرِیًّا ؕ اِنَّ رَبِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِیْطٌ ۝ وَ یٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّیْ عَامِلٌ ؕ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ یَّاْتِیْهِ عَذَابٌ یُّخْزِیْهِ وَ مَنْ هُوَ كَاذِبٌ ؕ وَ ارْتَقِبُوْۤا اِنِّیْ مَعَكُمْ رَقِیْبٌ ۝ اے میری قوم کیا میری برادری کی عزت تمہارے دل میں اللہ تعالیٰ کی نسبت زیادہ ہے اور تم نے اللہ تعالیٰ کو اپنی پیٹھ کے پیچھے ڈالدیا ہے تحقیق میرا رب تمہارے کاموں کا احاطہ کرنے والا ہے۔ اور اے میری قوم (تم میری برادری کا ہرگز لحاظ نہ کرو بلکہ) جہانتک تمہارا بس چلتا ہے اپنا زور لگالو۔ مَیں بھی اپنا کام کیے جاتا ہوں عنقریب تمھیں معلوم ہوجائیگا کہ کس کو رسوا کرنے والا عذاب پہنچتا ہے اور کون جھوٹا ہے۔ اور تم بھی (خدا کے فیصلکا) انتظار کرو مَیں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔ ان الفاظ میں مکہ والوں کو یہ بتلایا گیا کہ جہانتک تم میں طاقت ہے تم میرے نابود کرنے کے لیئے زور لگاؤ۔ تمھاری

کوششیں کچھ کارگر نہ ہوں گی کیونکہ میرا خدا میرے ساتھ ہے اور تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ کس فریق کو خدائے تعالیٰ عذاب دیکر اور ذلّت اور ناکامی کا مزہ چکھا کر کس کی سچائی کی گواہی دیتا ہے۔ اور مکہ والوں کو کہا گیا کہ تم بھی اس الٰہی فیصلہ کا انتظار کرو مَیں بھی انتظار کرتا ہوں ؛

مَیں بوجہ خوف طوالت زیادہ مثالیں اس بات کی پیش نہیں کر سکتا کہ قرآن مجید میں جو کچھ گذشتہ انبیاءؑ کے حالات بیان کیئے گئے ہیں وہ کہانیاں نہیں بلکہ پیشگوئیاں ہیں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیابی اور آپ کے دشمنوں کی تباہی اور دیگر آنے والے واقعات کی قبل از وقت خبر دی گئی ہے۔ مَیں صرف چند اور آیات قرآنی یہاں نقل کرتا ہوں جن سے واضح ہوتا ہے کہ دشمنانِ اسلام کو بار بار متنبہ کیا گیا کہ وہ اُن انبیاءؑ اور اُممؑ کے نمونہ سے سبق حاصل کریں جن کے حالات قرآن شریف میں اسی غرض سے بیان کیئے گئے ہیں ناظرین کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ مندرجہ ذیل آیات کریمہ کو غور سے پڑھیں تا اُن کو معلوم ہو کہ گذشتہ انبیاءؑ کے حالات کس غرض سے قرآن شریف میں بیان فرمائے گئے ہیں ؛

(ا) كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَّعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ ذُو الْاَوْتَادِ ۝ وَثَمُودُ وَقَوْمُ لُوطٍ وَّاَصْحٰبُ لْـَٔيْكَةِ ؕ اُولٰٓئِكَ الْاَحْزَابُ ۝ اِنْ كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ ۝ (ص - ۱) اُن سے پہلے (یعنی تیرے مخالفین سے پہلے) نوح (علیہ السلام) کی قوم نے اور عاد اور فرعون ذوالاوتاد نے اور ثمود اور قومِ لوط (علیہ السلام) اور بن والوں (یعنی حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم) نے نبیوں کی تکذیب کی۔ یہ تھیں بڑی جماعتیں۔ ان میں سے ہر ایک نے رسولوں کی تکذیب کی پس اُن پر میرا عذاب ثابت ہوا ؛

(ب) وَلَقَدْ جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ۝ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كُلِّهَا فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ ۝ اَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ اُولٰٓئِكُمْ اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ فِى الزُّبُرِ ۝ اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ ۝

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ۝ (قمر - ۳) فرعون کی قوم کے پاس ڈرانے والے آئے۔ اُنہوں نے (یعنی اُس قوم کے لوگوں نے) ہمارے سارے نشانوں کی تکذیب کی۔ پس ہم نے اُنکو پکڑا جیسا ایک طاقت ور قدرت والا پکڑتا ہے (بھلا اے مکّہ والو بتلاؤ) کیا تمھارے کفّار اُن کفّار سے بہتر ہیں یا تمھارے لیئے الٰہی کتابوں میں بریّت آچکی ہے کیا وہ (کفّارِ مکّہ) کہتے ہیں کہ ہم ایک بدلا لینے والی جماعت ہیں۔ یہ جماعت (کفار) ہزیمت اُٹھائیگی اور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے ؁

(ج) اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا ۙ شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ۝ فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا وَّبِيْلًا ۝ فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا ۝ (مزمل - ۱) ہم نے تمھاری طرف ایک رسول بھیجا ہے تم پر گواہی دینے والا جیسا کہ ہم نے فرعون کی طرف ایک رسول بھیجا تھا فرعون نے اُس رسول کی نافرمانی کی اس لیئے ہم نے سخت عذاب کے ساتھ پکڑا پس تم کس طرح کفر کر کے اُس دن سے بچ سکتے ہو جو (سخت عذاب کی وجہ سے) بچّوں کو بھی بوڑھا کر دیگا ؁

(د) كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ ..... كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ ۚ وَكُلٌّ كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ۝ (انفال - ۷) ان کا حال ایسا ہے جیسا کہ فرعون کی قوم کا اور اُن قوموں کا جو اُن سے بھی پہلے تھے۔ اُنہوں نے خدائے تعالیٰ کے نشانوں کا انکار کیا پس اللہ تعالیٰ نے اُنکو اُنکے گناہوں کی وجہ سے پکڑا۔ اللہ تعالیٰ طاقتور اور عذاب دینے میں سخت ہے ..... اُن کا حال ایسا ہے جیسا کہ فرعون کی قوم کا اور اُن قوموں کا جو اُن سے پہلے تھے۔ اُنہوں نے اپنے ربّ کے نشانوں کی تکذیب کی سو ہم نے اُن کو اُن کے گناہوں کی وجہ سے

ہلاک کر دیا اور فرعون کی قوم کو غرق کر دیا اور سب ظالم تھے ۔

(ھ) اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ۝ (المومن - ۶) اس ورلی زندگی میں بھی ہم اپنے رسولوں اور مومنوں کی نصرت کرتے ہیں اور اُس دن بھی جبکہ گواہ کھڑے ہونگے ۔

مندرجہ بالا آیات سے یہ امر بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ قرآن شریف میں جو قصص پہلے نبیوں اور اُن کی اُمتوں کے بیان کیئے گئے ہیں وہ یونہی کہانیوں کے طور پر بیان نہیں کیئے گئے بلکہ وہ ایک غرض اور مدّعا رکھتے ہیں یعنی اُن میں سے ہر ایک ایک پیشگوئی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیابی اور آپ کے دشمنوں کی ذلت اور ہلاکت اور دیگر امور متعلقہ کی خبر دی گئی ہے ۔ ان قصوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیئے تسلّی اور بشارت تھی اور آپ کے دشمنوں کیلئے ہلاکت کی خبر تھی ۔ اور نہ صرف عام طور پر مومنوں کی کامیابی اور دشمنوں کی ہلاکت کی خبر دی گئی تھی بلکہ ان قصوں میں سے بعض میں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے آنے والے واقعات کو بھی قبل از وقت ظاہر کر دیا گیا تھا ۔ میں اوپر قرآن شریف کی وہ آیات نقل کر چکا ہوں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت موسیٰ علیہم السلام سے مشابہت دی گئی ہے اور آپ کے دشمنوں کو بتلایا گیا ہے کہ وہ ایسی ہی سزا کے منتظر رہیں جو فرعون کو دی گئی تھی (دیکھو آیات نمبر ج اور د صفحہ ۱۳) چنانچہ ہم انہی آیات کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں ایک گہری مشابہت پاتے ہیں ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی مشابہت کی طرف اشارہ کیا جب آپ نے مکہ کے بدقسمت انسان ابوجہل کو فرعون هٰذه الامة کا خطاب دیا ۔ دیکھو جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام اپنے ہمراہیوں سمیت ملک مصر سے بھاگے ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ کو شہر مکّہ سے ہجرت کرنی پڑی اور جیسا فرعون نے طیش میں آکر بھاگنے والے اسرائیلیوں کا اپنے لشکر سمیت

تعاقب کیا ایسا ہی مکہ کے فرعون نے ایک لشکر جرار کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے صحابہؓ پر ہجرت کے بعد چڑھائی کی مگر اُس کا وہی انجام ہوا جو فرعون کا ہوا تھا یعنی جیسا فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپکے ہمراہیوں کی آنکھوں کے سامنے غرق ہوا ایسا ہی ملک عرب کا فرعون اپنے ہمرکاب سرداروں کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکی جماعت کی آنکھوں کے سامنے غرق ہوا۔ لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دشمن فرعون مصر اور اُس کے ہمراہیوں کے غرق ہونے کے لیئے تو دریا کی ضرورت پڑی مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن فرعون عرب اور اُس کے ساتھیوں کو خدا کی غیرت نے خشکی ہی میں غرق کر دیا اور اس طرح خدائے تعالیٰ کا وہ کلام پورا ہوا جو کئی سال پہلے شہر مکہ میں نازل ہوا تھا اور جس کے الفاظ یہ ہیں۔ كَدَأْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَغْرَقْنَا اٰلَ فِرْعَوْنَ وَكُلٌّ كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ٥ (باقی آیندہ)

ابطال کفارہ (۲)

(مرقومہ مولوی اللہ دیا صاحب واعظ اسلام)

نجات کی تعریف

نجات عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنے رہائی۔ چھٹکارا۔ مخلصی کے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ چھٹکارا یا مخلصی کس بات سے۔ جو لوگ نجات یا مکتی اور خدا کی ذات پاک کو مانتے ہیں انکی طرف سے یہ جواب ملتا ہے کہ خدا کی نافرمانیوں کی وجہ سے آدمی لائق سزا کے ہوجاتا ہے اس سزا سے خلاص ہونا اور پھر خدا کے فضل سے یا اعمال صالح کی وجہ یا کسی شفیع کی شفاعت سے آرام دائمی کا وارث ہونا اس کا نام نجات ہے۔

بہشت کی کنجیاں

نجات کے وسائل ہر مذہب وملت میں مختلف بیان کیئے

جاتے ہیں مگر اس تحریر میں ہم صرف مسیحی مذہب کے وسائل نجات پر غور کرنا چاہتے ہیں کیونکہ یہ لوگ اپنے آپ کو نجات یافتہ یقین کرتے ہیں یہانتک کہ بہشت کی کنجیاں اپنی جیب میں ڈالے ہوئے ہیں چنانچہ ان کے بزرگ پادری کچھ نقد لے کر گناہوں کی معافی کی ایک سند بھی دیا کرتے تھے جس کا مضمون یہ ہوتا تھا۔ "اے فلانے ہمارا خداوند یسوع مسیح تجھ پر رحم کرے میں حواریوں کی نیابت کے اقتدار سے جو مجھ کو میسّر ہوا ہے تجھ کو کلیسیا کی اُس ملامت اور الزام اور تکلیف سے جن کا تو مستوجب ہوا ہے بری کرتا ہوں علاوہ اسکے اُن تمام زیادتیوں اور تقصیروں اور گناہوں سے جو تجھ سے سرزد ہوئے ہیں کیسے ہی کیوں نہ بڑے ہوں اور کسی سبب سے وقوع میں آئے ہوں اگرچہ وہ خطائیں پوپ ہمارے مرشد کی معافی کے لئے رکھے ہوں میں ساری نالیاقتی کے نشان اور بدنامی کے داغ جو تجھ پر اسوقت تک ہوئے ہوں مٹاتا ہوں اور اُن تکلیفات کو جو مقام پرگیٹوری میں پاوے دُور کرتا ہوں کلیسیا کے تمام سکرمنٹ میں تیرا حصہ نیا قائم کرتا ہوں اولیاؤں کے گروہ میں تجھکو شامل کرتا ہوں اور اُس پاکی اور نیک نامی میں جو اصطباغ کے وقت تجھ کو حاصل تھی پھر داخل کرتا ہوں پس مرنیکے وقت سب دروازے جس سے گنہگار رنج و سزا میں داخل ہوں تیرے لئے بند ہوجائیں اور اُس کے بدلے خوشی اور عیش کا دروازہ جو بہشت کو جاتا ہو تیرے واسطے کھولا جاوے اگر تو برسوں کے بعد مرے تو یہ معافی تیری زندگی کے آخر ساعت تک قائم رہے گی۔ باپ اور بیٹے۔ اور۔ روح القدس کے نام سے آمین۔ دستخط فرائر جان تٹزل انتہی"۔ تواریخ کلیسیا بپٹسٹ مشن کلکتہ سنہ ۱۸۴۹ء کے صفحہ ۱۶۵ میں لکھا ہے کہ پاپا صاحب نے آپ ہی عفو نامہ کا مطلق اختیار اپنے ہاتھ میں لیا اور وہ ایسے عفو ناموں کو روپے لیکر بیچا کرتا تھا انتہی۔ یہ پاپا صاحب اپنے آپ کو پطرس کا نائب قرار دیتا تھا اور پطرس کو مسیح نے بہشت کی کنجیاں دینے کا وعدہ انجیل متی باب ۱۶ ورس ۱۹ میں یوں کیا تھا۔ اور میں آسمان کی بادشاہت

کی کنجیاں تجھے دونگا جو کچھ تو زمین پر بند کریگا آسمان پر بند کیا جاویگا اور جو کچھ تو زمین پر کھولیگا آسمان پر کھولا جائیگا انتہیٰ ۔ سبحان اللہ یہ بہشت کی کنجیاں مسیح نے اس شخص کو دینے کا وعدہ کیا جس کو چند منٹ کے بعد ہی آپنے شیطان کے خطاب سے عتاب کرکے شرمندہ کردیا دیکھو انجیل متی باب ۱۶ درس ۲۳ - اور مرقس باب ۸ درس ۳۳ -

مسیح نجات دہندہ نہیں ہو سکتا -

علاوہ ازیں بہشت کی کنجیاں عنایت کرنیوالے حضرت مسیح علیہ السلام کو جو ذاتی اختیار رکھا ہے یہ ناظرین کیا جاتا ہے دیکھو انجیل متی باب ۲۰ درس ۱۷ سے ۲۴ تک جس کا خلاصہ اور مطلب صرف یہ ہے کہ ایک عورت اپنے بیٹوں کو لے کر مسیح کے پاس آئی اور ملتجی ہوئی کہ میرے لڑکے تیری بادشاہت میں ایک تیری دہنی اور دوسرا تیری بائیں طرف بیٹھیں مسیح اس عورت کے جواب میں فرماتے ہیں کہ میری دہنی اور بائیں طرف بیٹھنا میرا اختیار نہیں کسی کو دوں مگر اُن کو جن کے لئے میرے باپ نے مقرر کیا ۔ انتہیٰ ۔
کیوں حضرات مسیحی صاحبان مسیح بیچارے کو تو خود اتنا بھی اختیار نہیں تھا کہ بدوں مرضی خدا کے کسی کو میدان حشر میں اپنے دائیں یا بائیں بٹھا سکیں ایسے بیکس اور بے بس اور عاجز انسان کا کسی اپنے خادم کو بہشت کی کنجیاں عنایت کرنا کیا معنے اور کنجیاں بھی ماشاء اللہ ایسے ... شخص کو دینا جس کو خود ہی شیطان کے بدلقب سے یاد کیا یہ بہشت کی فرضی کنجیاں صرف طفل تسلی کی باتیں گھڑی گئی ہیں جن کا کوئی اعتبار نہیں ہے دیکھو مسیح کا وجود بعد قصہ صلیب کے عنصری ہی تھا ثبوت اس امر کا - انجیل لوقا باب ۲۴ درس ۳۹ میں لکھا ہے - میرے ہاتھ پاؤں کو دیکھو کہ میں ہی ہوں اور مجھے چھوؤ اور دیکھو کیونکہ روح کو جسم اور ہڈی نہیں جیسا مجھ میں دیکھتے ہو ۔ حضرت مسیح کا جسم خاکی عنصروں سے مرکب خون اور ہڈیوں کا ڈھانچا بباعث ترکیب شدہ ہونے کے فنا ہونیوالا - ایسے ناقص وجود کی بابت پولوس اپنے خط اول قرنتیوں باب ۱۵ درس ۵۰ میں لکھتا

ہے۔ اے بھائیو! میں اب یہ کہتا ہوں کہ جسم اور خون خدا کی بادشاہت کے وارث نہیں ہو سکتے اور نہ فانی بقا کا وارث ہو سکتا ہے انتہیٰ۔ جائے انصاف ہے کہ جب مسیح خون اور جسم اور فانی وجود رکھتے ہوئے خود ہی بقول پولوس صاحب خدا کی بادشاہت کے وارث نہیں ہو سکتے۔ تو اوروں کو وہ بہشت کی کنجیاں کیونکر دے سکتے ہیں یا نجات کا ٹھیکہ دار کیونکر بنا سکتے ہیں جن کو خود آسمانی بادشاہت حاصل نہیں ہوئی نجات تو خدا کے ہاتھ میں ہے نہ مسیحؑ کے ہاتھ میں۔ دیکھو دوم سموئیل باب ۲۲ ورس ۴۷ میں حضرت داؤد علیہ السلام فرماتے ہیں۔ خداوند زندہ ہے اور میری چٹان مبارک ہے میری نجات کی چٹان کا خدا بلند اور بالا ہے۔ یہ میں ہوں جو راستبازی کی شہرت دیتا ہوں اور نجات دینے پر قادر ہوں انتہیٰ۔ ہاں مسیحؑ نجات کے لیئے شفاعت کر سکتے ہیں جیسے کہ خط رومیوں باب ۹ ورس ۳۴ میں لکھا ہے۔ وہ تو ہماری سفارش کرتا ہے۔ جائے انصاف ہے کہ اگر حضرت مسیحؑ خود نجات دینے پر قادر ہوتے تو خدا سے نجات کے بارے میں لوگوں کی سفارش کیوں کرتے اور خدا کی جناب میں سفارش یا شفاعت گنہگار بندوں کے حق میں کرنا یہ منصب نبوت ہے چنانچہ سیدنا حضرت موسیٰؑ کا شفیع ہونا حوالجات مندرجہ ذیل سے ثابت ہے۔ گنتی ۱۴/۱۹ ایضاً ۲۱/۱۳ استثنا ۹/۱۹ اسی ۲۲ خروج ۸/۸ ایضاً ۸/۲۹ و ۳۰ بیان مذکورہ بالا سے بخوبی ثابت ہو گیا کہ مسیحؑ بذاتِ خود نجات دینے والے نہیں ٹھہر سکتے۔ اور شفیع ہونا ہمارے پیغمبر علیہ السلام کا قرآن شریف سے بخوبی ثابت ہے۔

مسیحی نجات رحمت الٰہی سے حاصل نہیں ہوتی

یہ بھی عیسائیوں کا خیال ہے کہ مسیح ہمارے گناہوں کا کفارہ ہوا ہے۔ یوحنا حواری اپنے خط اول باب ۲ ورس اول میں مسئلہ کفارے کا ذکر یوں بیان کرتا ہے "اگر کوئی گناہ کرے تو یسوع مسیح جو صادق ہے باپ کے پاس ہمارا وکیل ہے اور وہ ہمارے گناہوں کا کفارہ ہے فقط ہمارے گناہوں کا نہیں بلکہ تمام دنیا کے گناہوں کا بھی انتہیٰ۔ فدیہ اور کفارے کے معنے ہیں عوض و معاوضہ چنانچہ۔ اس لیئے پولوس صاحب اپنے خط

گلیتوں باب ۳ ورس ۱۳ میں لکھتا ہے "مسیح نے ہمیں مول لیکر شریعت کی لعنت سے چھڑایا کہ وہ ہمارے بدلے میں لعنتی ہوا کیونکہ لکھا ہے کہ جو کوئی لکڑی پر لٹکایا گیا سو لعنتی ہے" انتہی ۰ دیکھئے پولوس صاحب کے قول سے صریح معلوم ہوگیا کہ مسیح نے اپنے خون کے بدلے سے مسیحیوں کو مول لیا ہے گویا حضرت مسیح مشتری اور خدا بائع اور مسیحی لوگ مبیع ٹھہرے۔ ناظرین با نصاف غور فرمائیں کہ جب مسیحیوں کی نجات معاوضہ پر ٹھہری تو پھر رحمت اور شفقت خداوندی سے مسیحیوں کی نجات کا کیا تعلق اور یہ امر ظاہر ہے کہ جہاں عوض و معاوضہ ہے وہاں رحمت اور شفقت نہیں اور جہاں رحمت و شفقت ہے وہاں عوض معاوضہ کیا۔ پس عیسائیوں کو خود ہی اپنے فرضی کفارے کو غلط قرار دینا پڑیگا یا رحمت اور شفقت خداوندی سے دربارہ نجات محروم و مایوس ٹھہرینگے کیونکہ مسئلہ فدیہ و کفارہ متضاد اور منافی ہے صفت رحمت اور شفقت خداوند کریم رحیم کے۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام زبور ۶ درس ۴ مطبوعہ کلکتہ ۱۸۸۳ء میں فرماتے ہیں۔ "اے خداوند پھر آ میری جان کو مخلصی دے اپنی رحمت کے سبب مجھے نجات بخش" انتہی ۰ جائے غور ہے کہ حضرت داؤد کا بامر الہی نجات کا ... خدا کی رحمت پر منحصر کرنا۔ اور عیسائیوں کا نجات کو عوض و معاوضہ پر ٹھہرانا اور صریح خدا کے برگزیدہ پیغمبر حضرت داؤد علیہ السلام اور زبور کا جس کو خود بھی عیسائی کلام الہی مانتے ہیں خلاف کرنا سراسر ایمان سے ہاتھ دھونا ہے اس لئے مسئلہ فدیہ و کفارہ جو خدا کی رحمت و شفقت کے متضاد ہے بالکل رد کرنے کے قابل ہے پھر اس کو نجات کا ذریعہ خیال کرنا زبور اقدس کی تکذیب کرنا ہے ۰

مسئلہ کفارہ الوہیت مسیح کو باطل کرتا ہے ۰

علاوہ ازیں عیسائیوں کا مسیح کے فدیہ کفارے پر نجات منحصر کرنا کئی وجہ سے باطل ہے۔ اول مسیح کی فرضی خدائی کا ابطال لازم آتا ہے کیونکہ مسیح کو یہودیوں نے اپنے خیال میں بباعث کفر قتل کیا تھا جیسے انجیل یوحنا باب ۱۰ ورس ۳۲ میں ہے۔ تب یہودیوں نے پھر پتھر اٹھائے کہ اس پر پتھراؤ کریں۔ تب یسوع نے

انہیں جواب دیا کہ میں نے اپنے باپ کے بہت سے اچھے کام تمہیں دکھائے ہیں ان میں سے کس کام کے لیئے تم مجھے پتھراؤ کرتے ہو یہودیوں نے اسے جواب دیا اور کہا کہ ہم تجھے اچھے کام کے لیئے نہیں بلکہ اس لیئے تجھے پتھراؤ کرتے ہیں کہ تو کفر کہتا ہے اور انسان ہو کے اپنے تئیں خدا بناتا ہے" انتہیٰ ؛ الغرض یہود قاتل اور مسیحؑ مقتول باعث اس قتل کا بقول عیسائیوں کے مسیحؑ کا عیسائیوں کے گناہوں کی خاطر قتل ہونا اور یہود کے نزدیک اپنے کفر کی وجہ سے قتل کیا جانا۔ مگر اس قتل سے مسیحؑ کی فرضی خدائی کا ابطال کتاب حزقیل باب۲۸ درس ۹ سے بخوبی ہوتا ہے چنانچہ لکھا ہے "کیا تو اس کے آگے جو تجھے قتل کریگا پھر کہیگا کہ میں اللہ ہوں لہٰذا تو اپنے قتل کرنے والے کے ہاتھ میں اللہ نہیں بلکہ انسان ٹھہرا"؛

مسیح صرف بنی اسرائیل کے لیئے آیا ؛ یہودیوں کے ہاتھ سے مسیحؑ قتل ہو کر انکا خدا کیونکر ٹھہر سکتا ہے جائے انصاف ہے کہ مسیحؑ خالص قوم بنی اسرائیل ہی کی طرف مبعوث ہوئے تھے جیسے انجیل متی باب۱۵ درس ۲۴ میں لکھا ہے "میں اسرائیل کے گھر کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا کسی پاس نہیں بھیجا گیا ؛ جس قوم بنی اسرائیل کی طرف مسیحؑ مبعوث ہوئے تھے اس قوم نے بقول حضرت حزقیل انکی فرضی خدائی خاک میں ملادی اور مسیحؑ بنی اسرائیل کے ہاتھ سے قتل ہو کر انکا خدا تو ہو ہی نہیں سکتا اور دوسری قوموں سے مسیحؑ کا کوئی تعلق تھا ہی نہیں پھر مسیح کی خدائی سے دنیا کو کیا فائدہ واہ رے عیسائیوں کے فرضی خدا تیری خدائی تیرے قتل کے غلط مسئلہ نے دنیا سے نیست و نابود ہی کر دی ؛

قربانیوں کے اقسام مسیح کا قتل جس کو عیسائی اپنے خیال میں اپنے گناہوں کا کفارہ ٹھہرائے ہوئے ہیں یہود کی نگاہ میں ادنےٰ کام تھا دلیل اسپر یہ ہے کہ یہود بحکم الٰہی تین قسم کی قربانیاں کیا کرتے تھے۔ اوّل نذر کی قربانیاں نہونے کا

کتاب احبار باب ۲ ورس ۶۔ اور کتاب گنتی باب ۵ ورس ۸۔ اور انجیل متی باب ۵ ورس ۲۳۔ دوم شکریہ کی قربانیاں زبور ۱۰۷ ورس ۲۲۔ دوم تواریخ باب ۳۳ ورس ۱۶۔ سوم خطا کی قربانیاں کتاب خروج باب ۲۹ ورس ۱۴۔ اور احبار باب ۱۶ ورس ۵ و ۲ وغیرہ ؂

کفارہ میں مسیح کی تحقیر پائی جاتی ہے

خطا کی قربانیوں سے بنی اسرائیل کے گناہوں کی معافی بکثرت توریت میں بیان ہوئی ہے جائے انصاف ہے کہ جو کام یعنی گناہوں کی معافی بکرے اور بیل کے خون سے ہو سکتی تھی کیا اس کام کے لیئے یہودی کسی انسان کو ذبح کر سکتے تھے؟ مسیح کا قتل یہود نے اپنی خطاؤں یعنی گناہوں کی خاطر نہیں کیا بلکہ اس کا باعث وہی تھا جس کا ذکر انجیل یوحنا باب ۹ میں بیان ہو چکا ہے اب عیسائیوں کا یہ خیال کہ مسیح کا قتل ہماری خطاؤں کی بخشش کا موجب تھا قوم یہود سے ہنسی کراتا ہے کیونکہ وہ کہہ سکتے ہیں کہ ہماری خطائیں تو ہمارا خدا بھیڑ۔ بکری اور بیل کے خون کی عوض بخشدے اور زیادہ سے زیادہ حضرت موسیٰؑ کی شفاعت سے معافی گناہوں کی ہو سکتی ہے جس کا ثبوت کتاب خروج باب ۳۲ ورس ۲۸ و ۲۹ و ۳۰ میں موجود ہے پھر کتاب گنتی باب ۱۴ ورس ۱۹۔ اور کتاب استثنا باب ۹ ورس ۱۹ میں پایا جاتا ہے اور عیسائیوں کو اپنے گناہوں کی معافی کے لیئے اپنے فرضی خدا کا خون بہانا تجویز کرنا سراسر اپنے مسیحؑ کی حقارت کرانا ہے کیونکہ جو کام بھیڑ کے بچے کے خون سے ہو سکتا تھا اسکے عوض اپنے پیر و مرشد مسیحؑ کا خون بہانا۔۔۔۔ گویا مسیح کے خون کو ایک بھیڑ کے بچے کے برابر ٹھہراتا ہے اور صریح مسیحؑ کی توہین کرتا ہے اور سیدنا حضرت موسیٰؑ کی شفاعت کے مقابل مسیحؑ کا شفیع نہ ٹھہرنا اور بجائے شفاعت کے اپنی جان پر کھیلنا مسیحؑ کا حضرت موسیٰؑ سے کم رتبہ ہونے کی دلیل ہے ؂

گناہوں کی معافی کا ذریعہ

تمام کتب آسمانی میں سچی توبہ سے گناہوں کی معافی کا ہونا بیان ہوا ہے جس کا انکار کوئی عیسائی نہیں کرسکتا اور تمام انبیاء کرامؑ کا یہی

مذہب تھا کہ توبہ سے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ نینوہ کے باشندوں نے مع بادشاہ کے روزہ رکھا اور ہر ایک نے ٹاٹ کا لباس پہنا اور خدا کے حضور بہت روئے اور ہر ایک نے بُری عادت کو ترک کیا اور ظلم چھوڑ دیا اور خدا نے انکے ان کاموں کو دیکھا کہ وے اپنی اپنی بُری راہ سے باز آئے تب خدا ان کی توبہ قبول کر کے اپنے غضب سے باز آیا۔ دیکھو کتاب یونہ نبی باب ۳ اول سے آخر تک ۔ اور کتاب دوم تواریخ باب ۳۲ ورس ۲۶ میں لکھا ہے "تب حزقیاہ دل کے اس غرور کی بابت خاکسار ہوا اور وہ اور یروشلم کے باشندے بھی سو حزقیاہ کے دنوں میں خداوند کا غضب ان پر نازل نہ ہوا"۔ اور انجیل لوقا باب ۱۵ ورس ۳ میں سیدنا حضرت مسیح علیہ السلام نے مسئلہ توبہ کو تمثیل کے رنگ میں یوں بیان کیا ہے "تم میں سے کون ہے جس کے پاس سو بھیڑ ہوں ۔ اگر اُن میں ایک کھوئی جائے اُن ننا نوے کو جنگل میں نہ چھوڑے اس کھوئی ہوئی کو جب تک نہ پاوے ڈھونڈھا نہ کرے اور پا کے خوشی سے اپنے کاندھے پر اُٹھا نہ لے اور گھر میں جا کے دوستوں اور پڑوسیوں کو بلا کے نہ کہے کہ میرے ساتھ خوشی کرو۔ کیونکہ مَیں نے اپنی کھوئی ہوئی بھیڑ پائی مَیں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اس ہی طور آسمان میں ایک گنہگار کے واسطے جو توبہ کرتا ہے ننا نوے راستبازوں سے جو توبہ کی حاجت نہیں رکھتے زیادہ خوشی ہوگی" انتہی ۔ مطابق اس کے انجیل لوقا میں (باب ۱۵ ورس ۸ سے ۱۰ تک) توبہ کا بیان موجود ہے ۔ اور خط دوم قرنتیوں باب ۷ ورس ۱۰ میں لکھا ہے "کیونکہ وہ غم جو خدا کے لیئے ہے ایسی توبہ پیدا کرتا ہے جس سے نجات ہوتی ہے"۔ دیکھیئے سچی توبہ سے نجات کا حاصل ہونا ۔ پولوس نے مان لیا ہے اور کتاب یونہ نبی کے باب ۳ سے معلوم ہوتا ہے کہ سچی توبہ سے غضب الٰہی نینوہ والوں سے دور ہوگیا ۔ جائے انصاف ہے کہ جب بذریعہ توبہ کے از روئے بائبل گناہ معاف ہوسکتے ہیں اور ہو بھی گئے حتّٰی کہ توبہ سے بقول پولوس نجات حاصل ہوجاتی ہے پھر صریح توبہ کے مسئلہ کے موجود ہوتے ہوئے ناحق

کسی کے قتل یا خون کے بہانے پر گناہوں کی معافی کا دارومدار ٹھہرانا سراسر نادانی نہیں تو اور کیا ہے ؛

توبہ سے مسیحیوں کا انکار

مسئلہ توبہ سے عیسائی ... منکر ہیں۔ چنانچہ پادری فنڈر صاحب اپنی کتاب طریق الحیات مطبوعہ سنہ ۱۸۶۷ء کے صفحہ ۵۴ سطر ۸ میں لکھتے ہیں کہ "خدا بھی اپنی عدالت کے موافق مجھ سے تجھ سے اور ہر آدمی سے چاہیگا اور توبہ و بازگشت کے سبب گناہ کی سزا سے درگذر نہ کرے گا"۔ عیسائیوں کا یہ خیال کہ توبہ سے گناہ بخشے نہیں جاتے صریح کلام الٰہی کی تکذیب کرنا ہے کیونکہ توبہ کا مسئلہ کتب آسمانی میں موجود ہے اور کلام ربانی کی تکذیب کا باعث صرف کفارہ کا لغو مسئلہ ہے جس کا ثبوت نہ دلائل عقلی سے ہو سکتا ہے اور نہ نقلی سے ؛

نجات کا مدار اعمال صالحہ پر

اس من گھڑت تجویز انسانی یعنی مسئلہ کفارہ کا ابطال اعمال حسنہ مندرجہ بائبل سے ہوتا ہے دیکھیئے زبور ۶۲ ورس ۱۲ میں لکھا ہے "اے خداوند کہ تو ہر شخص کو اس کے عمل کے مطابق بدلا دیتا ہے"۔ اور انجیل متی باب ۱۶ ورس ۲۷۔ "ہر ایک کو اس کے اعمال کے موافق بدلا دے گا"۔ خط رومیوں باب ۲ ورس ۶۔ "وہ ہر ایک کو اس کے کام کے موافق بدلا دیگا"۔ باب ایضاً ورس ۹۔ "ہر ایک آدمی کی جان جو برائی کرتا ہے رنج اور عذاب میں پڑے گی۔ پہلے یہودی کی پھر یونانی کی اور ہر ایک کو جو بھلائی کرتا ہے بزرگی اور عزت اور سلامتی ملے گی پہلے یہودی کو پھر یونانی کو کیونکہ خدا کے حضور کسی کی طرفداری نہیں ہوتی" انتہیٰ ؛ پولوس نے تو فیصلہ ہی کر دیا ہے کہ نجات اعمال سے ہو گی اور دوزخ بداعمالی سے اور اعمال نیک و بد کرنے والا خواہ یہودی ہو یا کسی اور قوم کا اپنے نیک اعمال سے بچ سکتا ہے اور بداعمالی سے گرفتار ہو گا عیسائی ہونے کی بھی کوئی ضرورت نہیں ؛ اور کتاب مکاشفات باب ۲۰ ورس ۱۲ میں لکھا ہے "پھر میں نے دیکھا کہ مردے کیا چھوٹے کیا بڑے خدا کے حضور کھڑے ہیں اور کتابیں کھولی گئیں اور مردوں کی عدالت جس طرح سے ان کتابوں

میں لکھا تھا اُن کے اعمال کے مطابق کی گئی" ⁂

وزن اعمال اور کتاب اوّل سموئیل باب ۲ ورس ۳ میں مذکور ہے "کیونکہ خداوند دانش کا خدا ہے اور اعمال اس کے آگے تولے جاتے ہیں" انتہی ⁂ کیوں حضرات عیسائی صاحبان جب جزا و سزا کا ہونا ہر ایک آدمی کے لیئے نیک و بد اعمال کے مطابق ٹھہرا تو پھر مسیح کا فرضی کفارہ بالکل ناکارہ ہوگیا اگر نجات کا دار و مدار جیسے مکاشفات باب ۲۰ ورس ۱۲ - اور انجیل متی باب ۱۶ ورس ۲۷ میں اعمال حسنہ پر بیان کیا گیا ہے تو کفارہ غلط ہُوا اور اگر نجات کفارے پر موقوف ہے تو اعمال صالحہ پر بدلہ ٹھہرانا اور اعمال کا وزن کرنا سراسر لغو ہو جائیگا ⁂

ایمان بغیر اعمال کے مفید نہیں اگر کسی عیسائی کے دل میں یہ خیال گذرے کہ ہمارے پولوس صاحب اپنے خط رومیوں باب ۳ ورس ۲۸ میں فرما گئے ہیں۔ پس ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ آدمی ایمان سے بے اعمال شریعت کے راستباز ٹھہر سکتا ہے۔ یعنی قابلِ نجات ہو جاتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ پولوس نہ خدا کا نبی ہے اور نہ خدا کا رسول اور نہ حضرت مسیح علیہ السلام کا حواری پھر اس کی بات کا کیا اعتبار ہے۔ عدم نبوت و رسالت پولوس صاحب پر ہم نے ایک مضمون اپنی اخبار نورٌ علیٰ نور مطبوعہ ۲۸ - اگست ۱۸۹۳ء نمبر ۳ جلد اول کے صفحہ ۳ میں لکھا ہے جس کا جواب عیسائیوں کی طرف سے ہنوز نہیں ہوا اور نہ ہونے کی امید ہے۔ پولوس صاحب کا صرف ایمان ہی کو بدون اعمال صالحہ کے نجات کا ذریعہ ٹھہرانا اس کا ردّ خود انجیل ہی میں موجود ہے دیکھو یعقوب حواری اپنے خط کے باب ۲ ورس ۲۲ میں فرماتے ہیں" تو دیکھتا ہے کہ ایمان نے اس کے (یعنی حضرت ابراہیمؑ کے) ساتھ کام کیا اور اعمال سے ایمان کامل ہوا اور وہ نوشتہ پورا ہوا جو کہتا ہے ابراہیمؑ خدا پر ایمان لایا اور یہ اس کے لیئے راستبازی گنی گئی اور خلیل اللہ کہلایا تم دیکھتے ہو کہ آدمی اعمال سے راستباز ٹھہرایا جاتا ہے صرف ایمان سے نہیں اسی طرح راحب بھی جو فاحشہ تھی جب اس نے جاسوسوں کی

مہمانی کی۔ اور انہیں دوسری راہ سے باہر کر دیا کیا اعمال سے راستباز نہ ٹھہری پس جیسا بدن بے روح مردہ ہے ویسا ہی ایمان بے اعمال مردہ ہے ۔ بقول حضرت یعقوب حواری مجرّد ایمان بدون اعمال صالح کے مردہ ہے کیا مردہ ایمان نجات کا باعث ہوسکتا ہے اس لئے پولوس کا صرف ایمان پر بدون اعمال کے نجات کا مدار ٹھہرانا .... سراسر لغو ہے جس کو ایک حواری نے ردّ کر دیا ہے ۔

کفارہ نہ صرف قرآن مجید بلکہ مروجہ اناجیل کے بھی مخالف ہے۔

اے عیسائیو! گناہوں کا کفارہ ناحق حضرت مسیحؑ کو تجویز کرنا قرآن شریف اور اناجیل مروجہ حال کے بعض مقامات کے بھی منافی ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ جلشانہٗ قرآن پاک کی سورہ ہود رکوع ۱۰ میں ارشاد فرماتا ہے اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ ؕ یعنی البتہ نیکیاں دُور کرتی ہیں برائیوں کو ۔ نیکیاں بدیوں کا کفارہ کیونکر ہوسکتی ہیں اس کا جواب سورہ نور۔ رکوع ۳ میں موجود ہے وَلْیَعْفُوْا وَلْیَصْفَحُوْا ؕ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ (ترجمہ) اور چاہیئے کہ معاف کریں وہ جرم جو اُن سے ہوا ہے اور چاہیئے کہ بدلہ لینے سے مُنہ پھیر لیں اور چشم پوشی کریں (اس نیک کام کا ثمرہ یہ ہوگا۔ کہ خدا تمھارے گناہوں کو بخشدیگا) کیا تم دوست نہیں رکھتے ہو اس بات کو کہ بخشدے خدا تم کو اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۔

مرقس باب۱۱ ورس ۲۵ "اگر کوئی تمھارا مخالف ہو تو اُسے معاف کرو تاکہ تمھارا باپ جو آسمان پر ہے تمھارے قصور معاف کرے اور اگر تم معاف نہ کروگے تو تمھارا باپ جو آسمان پر ہے تمھارے قصور معاف نہ کریگا" دیکھیئے اپنے قصورواروں کا معاف کرنا ایک نیک کام ہے اس نیک کام کے بدلے میں خداوند تعالیٰ معاف کرنیوالے کے گناہوں کو

معاف کرتا ہے یہ معنے ہیں کہ نیکیاں کفارہ ہو جاتی ہیں بدیوں کا۔ انجیل متی باب ۱۸ ورس ۲۱ "تب پطرس نے اس کے پاس آکے کہا اے خداوند اگر میرا بھائی میرا گناہ کرے تو میں کتنی مرتبے تک معاف کروں سات مرتبے تک۔ یسوع نے اُسے کہا میں تجھے سات مرتبے تک نہیں کہتا بلکہ ستّر کے سات مرتبے تک" اور انجیل لوقا باب ۱۹ ورس ۶ "جب سبھوں نے یہ دیکھا کڑ کڑا کے کہا کہ وہ ایک گنہگار کے یہاں جا اُترا ہے۔ زکی نے کھڑا ہو کے خداوند سے کہا دیکھ اے خداوند میں اپنا آدھا مال غریبوں کو دیتا ہوں اور اگر کسی کا مال دغا بازی سے لیا ہے چوگنا دیتا ہوں۔ تب یسوع نے اس کے حق میں کہا کہ آج اس گھر میں نجات آئی" انتہی ۔ دیکھیے یہ شخص زکی اپنا مال محتاجوں کو دینے کی وجہ سے اور حق العباد کے ادا کرنے سے جو یہ اعلیٰ درجہ کے نیک کام تھے اپنی تمام بدیوں سے خلاصی پاکر نجات کا بقول حضرت مسیحؑ مستحق ہو گیا۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ ہنوز مسیحؑ صلیبی لعنتی موت سے کفارہ بھی نہیں ہوا تھا بدون کفارے کے یہ شخص اپنے نیک اعمال کا کفارہ دیکر نجات پا گیا۔ اب کہاں گیا نجات کے لیئے مسیحؑ کے کفارے کا ضروری ہونا جس کا ابطال ہم نے اناجیل کے اکثر مقامات ہی سے کر دیا ہے ۔

لعنت میں گذشتہ نمبر میں گنگا رام کی مثال کے ذریعہ یہ ثابت کر چکا ہوں کہ از روئے عقائد مسیحیان کوئی مسیحی نجات نہیں پا سکتا میں سچ کہتا ہوں کہ از روئے اناجیل مروجہ حال عوام عیسائی تو کیا نجات پا سکتے ہیں خود مسیحؑ بھی نجات یافتہ ثابت نہیں ہو سکتے۔ پولوس صاحب اپنے خط گلیتوں باب ۳ ورس ۱۳ میں لکھتے ہیں "مسیحؑ نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا کہ وہ ہمارے بدلہ میں لعنتی ہوا کیونکہ لکھا ہے جو کوئی کاٹھ پر لٹکایا گیا سو لعنتی ہے" انتہی ۔ اے ناظرین یسوع کا صلیبی

لعنتی موت کے تحت میں آنا یہود اور عیسائیوں کا اتفاقی مسئلہ ہے اور اس صلیبی لعنتی موت کے مدعا اور مفہوم میں اختلاف ہے چنانچہ قوم یہود اس لعنت کا موجب یسوع کا انسان ہو کر خدائی کا دعویٰ کرنا اور اس کفر کے باعث صلیب پر مارا جانا مانتے ہیں۔ اور عیسائیوں کا یہ خیال ہے کہ یسوع نے ہمارے گناہ اپنے سر پر لیے اور ہمارے گناہوں کی خاطر فدیہ ہوا اور یہی فدیہ وکفارہ صلیبی لعنتی موت کا باعث ہے ۔ چونکہ لفظ لعنت کا یہود اور عیسائیوں نے بالاتفاق یسوع کے حق میں استعمال کیا ہے اور خصوصاً عیسائیوں نے بڑی خوشی اور فخر سے لفظ لعنت کا یسوع کے حق میں گلیتون میں تسلیم کیا ہے۔ سو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں لعنت کے معنے از روئے لُغت بیان کیئے جائیں ۔ دیکھیئے لسان العرب جو لُغت عربی کی ایک اعلیٰ درجہ کی کتاب ہے اور قطر المحیط اور اقرب الموارد یہ دونوں لغات کی کتابیں علمائے مسیحی کی تالیفات سے ہیں جو حال ہی میں بمقام بیروت چھپی ہیں اور ایسا ہی دیگر کتب لغت کی کتابوں میں لفظ لعنت کے معنے لکھے ہیں۔ ان کتابوں کے رُو سے ملعون ایسے شخص کو کہتے ہیں جو ہر ایک خیر و خوبی اور ہر قسم کی ذاتی صلاحیت اور خدا کی رحمت اور خدا کی معرفت سے بالکل بے بہرہ اور بے نصیب ہو جائے اور عذاب دائمی کا وارث ہو جائے انتہیٰ ۔ معاذ اللہ اگر بقول یہود و نصاریٰ کے یسوع پر لفظ لعنت کا وارد ہونا تسلیم کیا جاوے خواہ یہود کے خیال کے بموجب یا عیسائیوں کے گناہوں کا کفارہ ہونے کی وجہ سے مگر بہرصورت لعنت کے وارد ہونے سے لعنتی شخص کا خدا کی ذات پاک سے قطع تعلق ہو جاتا ہے اور وہ خدا کی رحمت سے محروم ہو کر عذاب دائمی کا وارث ہو جاتا ہے ۔ لعنت کے باعث یسوع کا صلیبی موت کے بعد دوزخ میں جانا عیسائیوں کے بڑے بزرگ پادری فنڈر صاحب نے مان لیا ہے چنانچہ صاحب موصوف اپنی کتاب حل الاشکال مطبوعہ ۱۸۴۷ء کے صفحہ ۱۰۶ سطر ۱۳ میں فرماتے ہیں "سچ ہے کہ مسیح موت کے بعد جہنم میں گیا اور تیسرے دن قیام و عروج کیا۔ مگر اس جگہ جہنم سے مراد ھادس ہے نہ اصل جہنم اور ھادس وہ جگہ ہے جو اصل جہنم اور آسمان کے بیچ ہے" انتہیٰ ۔ دیکھیئے پادری

فنڈر صاحب نے تسلیم کر لیا ہے کہ مسیح بعد موت کے جہنم میں گیا۔ مگر دفع اعتراض کیلئے اپنے پاس سے بجائے جہنم کے ہادس کا لفظ گھڑ لیا اور بول اُٹھے کہ ہادس وہ جگہ ہے جو اصل جہنم اور آسمان کے درمیان ہے۔ مگر اس من گھڑت اور اور بیجا تاویل بعیدہ مجوزہ پادری فنڈر صاحب کو خود انکے بھائی بند علماء مسیحی ردّ کرتے ہیں۔ چنانچہ پادری جی ایل ٹھاکر داس اپنے رسالہ آئندہ زندگی مطبوعہ لودھیانہ سنہ ۱۹۰۲ء کے صفحہ ۵۰ سطر ۱۹ میں لکھتا ہے۔ "یاد رہے کہ اس موت کے بعد روح آسمان میں جاتی ہے یا دوزخ میں اور کسی جگہ نہیں۔ کیونکہ کلام اللہ میں نہ تو پرگے ٹوری کا اور نہ دیگر جانوروں میں جانے کا ذکر ہے" انتہی۔ کیوں اے عیسائیو! از روئے کلام اللہ بعد از مرگ روح کے لیئے دو ہی مقام جانے کے ثابت ہوتے ہیں یعنی آسمان یا دوزخ اور پادری فنڈر صاحب مسیح کا دوزخ میں جانا خود تسلیم کر چکے ہیں اور تیسرا کوئی مقام کلام الٰہی سے ثابت نہیں پھر ناحق از راہ تاویل بعیدہ مسیح کے دوزخ میں جانے کو ہادس میں جانا گھڑ لینا جس کا ثبوت کلام اللہ سے مطلقاً نہ ہو سکے صریح بندگان خدا کو دھوکہ دینا نہیں تو اور کیا ہے۔ اے عیسائیو! جہنم کا لفظ اور اسکی ... کیفیت اناجیل موجودہ میں کئی جگہ بیان ہوئی ہے۔ مثلاً انجیل متی باب ۵ درس ۲۲۔ باب ایضاً درس ۳۰۔ انجیل لوقا باب ۱۲ درس ۵۔ انجیل مرقس باب ۹ درس ۴۳۔ باب ایضاً درس ۴۵ و ۴۷ وغیرہ۔ ان مقامات مذکورہ بالا میں جہنم کا جائے غضب اور عذاب الٰہی ہونا پایا جاتا ہے۔ صریح لفظ جہنم سے پادری فنڈر صاحب کا کوئی تیسرا مقام مراد لینا اناجیل کے خلاف ہے۔ اور پادری فنڈر صاحب کے اس قول کی تصدیق کہ مسیح بعد موت جہنم میں گیا۔ پطرس صاحب حواری بھی کرتے ہیں۔ چنانچہ اپنے خط اول کے باب ۳ درس ۱۸ میں فرماتے ہیں۔ "کیونکہ مسیح نے بھی ایک بار گناہوں کے واسطے دکھ اٹھایا یعنی راستباز نے ناراستوں کے لیئے تاکہ وہ ہم کو خدا کے پاس پہنچائے کہ وہ جسم کے حق میں تو مارا گیا جس میں ہو کے اس نے ان روحوں کے پاس جو قید تھیں جا کے منادی کی جو آگے نافرمانبردار تھیں"۔ کیوں حضرات عیسائی صاحبان آپ کے گناہوں کی

خاطر مسیحؑ کا دُکھ اُٹھانا اور لعنت کے تحت میں آنا اور قیدی روحوں کے پاس الٰہی قیدخانہ میں جانا جہاں وہ خدا کی نافرمانی کی وجہ سے عذاب پا رہی تھیں اسی جائے عذاب کا نام ہی تو جہنّم ہے جہاں مسیحؑ کا جانا پطرس حواری بیان کر رہا ہے۔ یہ وہی قیدخانہ ہے جس کا ذکر انجیل لوقا باب ۱۶ ورس ۱۹ سے ۳۱ تک میں بیان کیا گیا ہے۔

اب رہا عیسائیوں کا یہ کہنا کہ مسیحؑ الٰہی قیدخانے یعنی دوزخ میں تو ضرور گئے تھے مگر منادی کرنے کے لیئے نہ عذاب پانے کے واسطے۔ تو اس کمزور حیلے اور بہانے کا جواب یہ ہے کہ اصل مدعا ہمارا عیسائیوں نے تسلیم کر لیا ہے کہ مسیحؑ بعد موت کے بقول پادری فنڈر صاحب جہنّم میں گیا۔ رہی یہ بات کہ جیل کے اندر ایک سزا یافتہ لوگ جاتے ہیں۔ دوم حاکم وقت یا کوئی پادری صاحب وعظ سنانے جائیں تو وہ قیدیوں میں شمار کیئے جاویں گے۔ پس مسیحؑ کا خدائی جیلخانہ یعنی دوزخ میں جانا صرف منادی کرنیکے واسطے تھا نہ عذاب پانے کے لیئے۔ جواب اے عیسائیو! تم خود مانتے ہو کہ مسیح ہمارے گناہوں کا فدیہ ہوا اور ہمارے گناہوں کی خاطر اُس نے دُکھ اُٹھایا اور ہمیں مول لیکر شریعت کی لعنت سے چھڑایا وہ ہمارے عوض لعنتی ہوا۔ لفظ لعنت کے معنے ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ لعنتی عذاب دائمی کا وارث ہو جاتا ہے اور خدا کی رحمت اور معرفت سے بکلی محروم ہو جاتا ہے۔ کیا واعظ صاحب یا حاکم وقت جو جیلخانے میں جاتے ہیں پناہ بخدا لعنتی ہو کر اور عذاب بھگتنے کو جاتے ہیں ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ پھر ایک لعنتی اور غضب الٰہی میں مبتلا شخص کا شاہی قیدخانہ میں جانا بھلا حاکم وقت اور واعظ کے برابر کب ہو سکتا ہے اور یہ بھی واضح ہو کہ عیسائیوں کے گناہوں کی وجہ سے مسیحؑ کا صلیبی لعنتی موت سے مرنا مسیحؑ کا آخری عمل یا فعل تھا جس کے باعث خدا سے یسوع کو بالکل علیحدگی ہو چکی تھی اور لعنت کے سبب عذاب دائمی کا یسوع پر فتویٰ ہو چکا تھا۔ اور یہ امر ظاہر ہے کہ مرنے کے بعد دفتر اعمال بند ہو جاتا ہے پھر کوئی نیک یا بد عمل نہیں ہو سکتا اور قرب الٰہی کا باعث نیک اعمال ہی ہیں جن کا بعد موت یسوع سے صادر ہونا ممکن نہیں تھا اور بدوں جدید نیک اعمال کے قرب الٰہی کا ہونا غیر ممکن ٹھیرتا ہے۔ اب نتیجہ صاف

یہ ہے کہ لعنت کے ماتحت یسوع کا لعنتی موت پانا خدا کی دوری اور غضب الٰہی اور دوزخی ہونے کا موجب تھا اور اس دوری اور غضب الٰہی کی تلافی اگر ہو سکتی تھی تو بذریعہ توبہ اور نیک اعمال ہی . . . ہو سکتی تھی جو یسوع بعد از مرگ کر ہی نہ سکا کیونکہ بعد از موت اعمال کا دروازہ بند ہو جاتا ہے جب لعنت کی تلافی نہ ہوئی تو خدا کی رحمت اور قرب الٰہی سے مسیح کا بالکل محروم ہونا درحقیقت نجات ابدی سے محروم ہونا ثابت ہوتا ہے جائے انصاف ہے کہ جب مسیحی عقائد کے بموجب یسوع مسیح نجات سے خود ہی محروم رہے اور بجائے نجات کے غضب الٰہی میں گرفتار ہو گئے تو آپکے پیروکار عیسائی جو حالت عیسائیت میں رات دن گناہ کرتے ہیں کیونکر نجات پا سکتے ہیں لو عیسائیو مسیح پر لعنت کے وارد ہونے نے تمہاری نجات کا راستہ بالکل مسدود کر دیا۔ آؤ اگر نجات ابدی کے متلاشی ہو تو اسلام کا اتباع کرو دیکھو قرآن کریم نجات ابدی کا سیدھا راستہ بتاتا ہے۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ کہ اگر ہو تم چاہتے اللہ کو پس پیروی کرو میری (جس کا نیک نتیجہ یہ ہوگا) کہ اللہ تمہارے گناہ معاف کر دیگا اور اللہ ہی معاف کرنیوالا ہے۔ گناہوں کی معافی کا ثمرہ نجات ابدی کا حاصل ہونا ہے جو آج صرف حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری پر منحصر ہے۔ تمام شد

(آل عمران)

نوٹ از طرف ایڈیٹر

مسیحیوں کا ایک طرف یہ کہنا کہ یسوع مسیح لعنتی ہوا اور اس نے کل دنیا کے گناہوں کی لعنت کو اپنے سر پر اٹھا لیا اور ان گناہوں کی سزا کو اپنے لیئے قبول کیا اور دوسری طرف یہ دعویٰ کرنا کہ یسوع مسیح جب جہنم میں اترا تو سزا پانے کے لیئے نہیں بلکہ جہنمی لوگوں کو وعظ سنانے کے لیئے تو یہ دونوں قول بالکل متضاد ہیں۔ ہر ایک لفظ کا ایک مفہوم ہوتا ہے اور جب ہم ایک لفظ کو کسی شخص کے بارے میں استعمال کرتے ہیں تو اس پر وہ لفظ بمعہ اپنے مفہوم کے اطلاق پاتا ہے نہ صرف برائے نام۔ مثلاً جب ہم کسی شخص کی نسبت یہ کہیں

کہ فلاں شخص کو جنون ہوگیا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ صرف برائے نام پاگل ہے ورنہ اس کی عقل بالکل درست ہے اور اُس کے ہوش و حواس میں کچھ فرق نہیں آیا بلکہ اسکا یہ مطلب ہے کہ جنون کے لوازمات اُس میں پائے جاتے ہیں ایسا ہی جب ہم ایک شخص کی نسبت کہتے ہیں کہ وہ بخار میں مبتلا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ صرف نام کا بخار ہے ورنہ بخار کی کوئی علامت بھی اُس میں نہیں پائی جاتی۔ اسی طرح جب ہم ایک شخص کی نسبت کہتے ہیں کہ وہ ملعون ہوچکا ہے تو اُس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ صرف برائے نام ملعون ہے ورنہ لعنت کا کوئی مفہوم اُس میں نہیں پایا جاتا۔ بلکہ لعنت کے بعد بھی اُسکی وہی حالت رہی جو پہلے تھی۔ وہ پہلے کی طرح خدا کا پیارا اور خدا کا محبوب اور برگزیدہ اور زا ستباز تھا مگر ساتھ ہی اسکے وہ لعنتی بھی ہوا۔ یہ عجیب لعنت ہے۔ ایسی لعنت تو رحمت ہے نہ کہ لعنت۔ اگر لعنت کا مفہوم سمجھنا ہو تو اس کی عمدہ مثال شیطان ہے جس کا نام بالاتفاق لعین یعنی ملعون ہے اب جس شخص نے لعنت کا مفہوم سمجھنا ہو وہ شیطان کی حالت پر غور کرے جس شخص پر لعنت وارد ہوتی ہے وہ ایک رنگ میں شیطان بن جاتا ہے اور جس قدر لعنت سخت ہوگی۔ اُسی قدر اُس کو شیطان سے زیادہ مشابہت ہوگی۔ اور جو لعنت مسیحی صاحبان حضرت یسوع مسیح علیہ السلام کی طرف منسوب کرتے ہیں وہ تو ایسی سخت لعنت ہے کہ اُس سے بڑھکر کوئی لعنت نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اُس پر دنیا کی تمام لعنتیں جمع کی جاتی ہیں اور اوّلین و آخرین کے تمام بد اعمال کی لعنت اُسپر وارد ہوتی ہے اور یہ لعنت روز بروز بڑھ رہی ہے اور جب تک دنیا کا سلسلہ قائم ہے اور جب تک لوگ مسیحی مذہب اختیار کرتے رہیں گے اور اس طرح اپنی لعنت کو مسیح کی طرف منتقل کرتے رہیں گے تب تک یہ لعنت زیادہ اور زیادہ ہوتی جائے گی اور مسیحیوں کی یہ کوشش کہ تمام دنیا مسیحی کفارہ پر ایمان لائے گویا حضرت یسوع مسیح پر لعنت کے بوجھ کو بڑھانا ہے اور حضرت یسوع مسیح کے لئے تو یہی بہتر ہے کہ جس قدر ممکن ہو کم لوگ مسیحی کفارہ پر ایمان لاویں تا کہ لعنت کا بوجھ بھی اُسی نسبت سے کم ہو۔ غرض جو لعنت مسیحی صاحبان حضرت مسیح پر (نعوذ باللہ) ڈالنا چاہتے ہیں وہ کوئی کم لعنت نہیں اگر اُس کو ایک پہاڑ لعنت کا بھی کہیں تب بھی تھوڑا ہے۔ پھر جس شخص پر اس قدر لعنت

وارد ہوا اُس کی نسبت یہ خیال کرنا کہ وہ باوجود اس لعنت کے پھر بھی خدا کا مقرب اور پیارا رہا اور کچھ بھی شیطانی حصہ اُس میں نہ آیا اور لعنت کے لوازمات میں سے کوئی چیز اُس میں نہیں پائی گئی تو ایسی لعنت کو لعنت نہیں کہہ سکتے اگر مسیح نے لعنت کا مزہ نہیں چکھا اور خدائے غضب کی آگ اُس پر ایک لمحہ کے لیئے بھی نہیں بھڑکی اور خدا سے کچھ دوری اُسکو حاصل نہیں ہوئی تو پھر ایسے شخص کی نسبت کہنا کہ وہ لعنتی ہوا اور اُس نے کُل دنیا کی لعنتوں کو اپنے سر پر اُٹھایا بالکل غلط ہے۔ مسیحی صاحبان کو پہلے فیصلہ کرنا چاہیئے کہ لعنت کا کیا مفہوم ہے اور اُسکی کیا کیا لوازمات ہیں اُس کے بعد یہ لفظ اپنے مُنہ سے نکالنا چاہیئے۔

ہم اس امر کے فیصلہ کے لیئے پادری صاحبان سے ایک سوال کرتے ہیں ہم اُن سے پوچھتے ہیں کہ کیا اُن کے نزدیک شیطان ملعون ہے یا نہیں۔ یقیناً ہر ایک پادری اس سوال کا یہی جواب دیگا کہ ہاں۔ بے شک شیطان ملعون ہے۔ اس کے بعد ہم اُن سے سوال کرتے ہیں کہ کیا شیطان خدا کا مقرب ہے یا خدا سے دُور ہے؟ کیا وہ خدائے تعالیٰ کی رحمت کا مورد ہے یا خدا کے شدید غضب کے نیچے؟ کیا وہ اہل جنت میں سے ہے یا جہنمی؟ کیا وہ خدائے تعالیٰ کا دوست ہے یا دشمن؟ کیا اُس کا دل تاریک ہے یا الٰہی نور سے منور ہے؟ پھر ہم اُن سے یہ پوچھتے ہیں کہ جو لعنت تم حضرت مسیح علیہ السلام کی طرف منسوب کرتے ہو وہ اُسی قسم کی لعنت ہے جس سے شیطان کو حصہ دیا گیا یا کیا وہ کوئی نرالی لعنت ہے جو عام لعنت سے بالکل مختلف ہے اور جسکے وارد ہونے سے انسان پر کچھ اثر نہیں ہوتا بلکہ وہ لعنتی ہونیکی حالت میں بھی .. راستباز اور خدائے تعالیٰ کا مقرب اور برگزیدہ اور خدائے تعالیٰ کا پیارا اور محبوب ہی رہتا ہے اور باوجود لعنتی ہونیکے اُس کے اس تعلق میں کچھ فرق نہیں آتا جو اُس کو پہلے خدائے تعالیٰ سے تھا۔ امید ہے کہ ان سوالات سے مسیحی صاحبان کی سمجھ میں یہ امر آجائیگا کہ لعنت اپنے ساتھ ایک خطرناک مفہوم رکھتی ہے جو حضرت مسیح علیہ السلام پر کسی طرح صادق نہیں آسکتا اور یہ کہ حضرت مسیح علیہ السلام لعنت کے صحیح مفہوم کے مطابق ایک لمحہ کے لیئے بھی ملعون نہیں ہوئے۔ اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ لعنت اپنے اصلی مفہوم کے ساتھ حضرت مسیح علیہ السلام پر وارد نہیں ہوئی تو مسئلہ کفارہ باطل ہوا کیونکہ اسکی مدار اسی لعنت پر تھی۔ لعنت ایک بہتان تھا جو حضرت مسیح علیہ السلام کی طرف منسوب کیا جاتا تھا۔

صدر انجمن احمدیہ کی ماہوار رپورٹ

حضرت خلیفۃ المسیحؓ کی صحت اب اچھی ہے گو زخم ابھی تک صاف نہیں ہوا۔ قریب پانچ ماہ بستر علالت پر اب آپ کو ہو گئے ہیں۔

تعلیم الاسلام ہائی سکول میں سالانہ امتحان ختم ہو کر دس دن کی ایام بہار کی تعطیل کر دیگئی ہے ۱۵۔ اپریل کو مدرسہ کھل جائیگا۔ سب احباب کو جو اپنے بچوں کی تعلیم اور تربیت اس مدرسہ میں چاہتے ہیں چاہیئے کہ شروع سال میں ہی اپنے بچوں کو یہاں بھیجیں جو لڑکے سال کا کچھ حصہ گذر جانے پر آ کر شامل ہوتے ہیں انکی تعلیم میں بہت حرج واقع ہوتا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ بورڈنگ ہوس کے تین ونگ قریباً مکمل ہو چکے ہیں۔ اور کافی گنجائیش نکل آئی ہے جو لڑکے سال گذشتہ میں جگہ کی تنگی کی وجہ سے واپس گئے تھے وہ پھر آسکتے ہیں۔ تمام کمروں میں الماریوں کے لگ جانے سے سامان کی تنگی کی شکایت بھی جاتی رہی ہے۔ اور انتظام میں ہر طرح سے ترقی ہو رہی ہے کھانے کے متعلق بعض شکایات کی وجہ سے اس طرف بھی کافی توجہ ہو رہی ہے اور علاوہ اول درجہ کے ایک درجہ خاص بھی کھانے کا کھل سکتا ہے بشرطیکہ کافی تعداد طلبا اسکی خواہاں ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اس سکول کیلیئے اسوقت ایسے اسباب مہیا کر دیئے ہیں کہ لڑکوں کی تعلیم اور تربیت میں اس مدرسہ کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ مروجہ تعلیم کے ساتھ اعلیٰ درجہ کی دینداری اور اخلاقی تربیت کے سامان مہیا ہیں اور سب سے زیادہ یہ کہ شہری زندگی کے بہت سے نقائص سے یہ جگہ خالی ہے مسلمانوں کو اپنی اولاد کی بہتری کے لیئے یہ مدرسہ مغتنمات سے سمجھنا چاہیئے۔ اور بالخصوص احباب کو اس سے فایدہ اٹھانا چاہیئے۔ جملہ احباب کی اطلاع کے لیئے ذیل میں اس مدرسہ کا پراسپکٹس شائع کیا جاتا ہے۔

عملہ مدرسہ

(۱) مولوی صدر الدین صاحب بی اے بی ٹی ہیڈ ماسٹر (۲) ماسٹر محمد الدین صاحب بی اے (علیگڈھ) ٹرینڈ
(۳) چودھری غلام محمد صاحب بی اے (علیگڈھ) ٹرینڈ (۴) شیخ عبد الرحمن صاحب سینئر ٹرینڈ
(۵) مولوی غلام محمد صاحب سینئر ٹرینڈ اول مدرس عربی و دینیات (۶) ماسٹر عبد الحق صاحب ٹرینڈ

(۷) منشی اکبر شاہ خانصاحب اول مدرس فارسی و اُردو ؛ (۸) ماسٹر عبدالرحیم صاحب ٹرینڈ ؛ (۹) ماسٹر عبدالعزیز صاحب ؛ (۱۰) شیخ عبدالرحیم صاحب دوم مدرس عربی و دینیات ؛ (۱۱) منشی محمد اشرف صاحب ٹرینڈ ؛ (۱۲) منشی غلام محمد صاحب سٹیفکیٹڈ ؛ (۱۳) منشی سکندر علی صاحب ؛ (۱۴) ماسٹر مامونخاں صاحب ڈرل ماسٹر۔ سینئر سرٹیفکیٹڈ ؛

مضامین :۔ جملہ مضامین اس مدرسہ میں پڑھائے جاتے ہیں۔ ہاں بجائے فارسی کے عربی اور سائینس پر زور دیا جاتا ہے اور اب فارسی صرف ان طلباء کے لیئے رہ گئی ہے جو پنجم ہائی میں آکر داخل ہوں اور وہ عربی یا سائینس کے ساتھ فارسی لینا چاہتے ہوں۔ تعلیم دینیات اول پرائمری ہی سے شروع کردیجاتی ہے سوم پرائمری میں قرآن شریف ختم کرلیا جاتا ہے۔ اور پھر چہارم پرائمری سے لیکر پنجم ہائی تک پہنچنے میں قرآن شریف کا ترجمہ بھی ختم ہوجاتا ہے۔ علاوہ قرآن شریف کے علمی دینیات کی تعلیم حدیث شریف سے دیجاتی ہے ؛ زبان عربی کی تعلیم چہارم پرائمری سے شروع کردی جاتی ہے ؛

نوٹ :۔ کتابیں وہی پڑھائی جاتی ہیں جو سرکاری مدارس میں رائج ہیں ؛

فیس مدرسہ :۔ اول پرائمری ۱؍ ۔ دوم ۲؍ ۔ سوم ۳؍ ۔ چہارم ۱۰؍ پنجم ۱۲؍ ؛ اول مڈل ۸؍ ۔ دوم مڈل ۱۰؍ ۔ سوم مڈل ۱۲؍ چہارم ہائی ۔ پنجم ہائی ؛ [illegible]

دو یا دو سے زیادہ حقیقی بھائی جو اس مدرسہ میں تعلیم پاتے ہیں ان میں سے بڑے سے پوری فیس لیجاتی ہے اور باقی سے نصف ؛

عملہ بورڈنگ

(۱) چودھری غلام محمد صاحب بی اے (علیگڈھ) سپرنڈنٹ ؛ (۲) ماسٹر عبدالحق صاحب ؛ (۳) منشی اکبر شاہ خاں صاحب ؛ (۴) شیخ عبدالرحیم صاحب ؛ (۵) ماسٹر عبدالعزیز صاحب ؛ (۶) منشی محمد اشرف صاحب ؛

یہ اساتذہ بورڈروں کی تعلیم۔ کھانے۔ صحت۔ ورزش جسمانی اور دینی تعلیم کی نگرانی کرتے ہیں۔ علاوہ تعلیم کے عملی دین سکھاتے ہیں مثلاً صبح کے وقت قرآن شریف کا پڑھانا سب نمازوں کا ان کے ساتھ ملکر ادا کرنا۔ اسی طرح ان کے ساتھ

بلکہ کھیلتے ہیں غرض ان کے کھلانے پلانے نہلانے دیگر اخلاقی باتوں کا سکھانا وغیرہ وغیرہ میں ماں باپ کا کام دیتے ہیں ۔

عمارت بورڈنگ ہوس:۔ بورڈروں کی رہائش کیلئے گاؤں کے باہر ایک وسیع بورڈنگ ہے جسکے کمرے علاوہ وسیع ہونے کے اونچی چھتوں والے ہوادار اور خوبصورت ہیں۔ یہ بورڈنگ ایک ایسے حصے میں واقع ہے جو نہایت ہی پرفضا اور صحت افزا ہے۔ اسکے ساتھ سو بیگھہ زمین ہے جس میں کھیلنے کیلئے میدان ہے ۔

فیس بورڈنگ فی بورڈر عہ ماہوار۔ اس فیس میں خرچ ادویہ فیس ڈاکٹر اور تیل کا خرچ شامل ہے اور طلباء کو ایک چارپائی اور ایک صندوق یا الماری ملتی ہے ۔

اخراجات:۔ کھانے کے فی الحال تین درجے ہیں اس سال چوتھا درجہ قائم کرنے کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے، جو غالباً بہت جلد قائم کر دیا جائیگا اس درجے کا نام درجہ خاص ہوگا جو اُن طلباء کیلئے ہوگا جو خصوصیت کے ساتھ آسودہ گھروں سے آتے ہیں۔ انکا خرچ غالباً عنہ ماہوار ہوگا اور ان سے عا ماہوار فیس بورڈنگ لی جائیگی۔ ذیل میں ان درجات کے خرچ خوراک دیئے جائیں گے یہ مقرر نہیں ہیں۔ جو اصل خرچ کسی بورڈر کے ذمے ہر مہینے نکلتا ہے وہی اس سے لیا جاتا ہے۔ اوسط خرچ درجہ اول ہے ہے اسمیں دونوں وقت گوشت دیا جاتا ہے۔ مہینے میں کم از کم ایک دفعہ پلاؤ وغیرہ دیا جاتا ہے۔ درجہ دوم کا اوسط خرچ ماہوار للعہ ہے اسمیں ایک وقت گوشت اور دوسرے وقت دال دیجاتی ہے۔ سوم کا خرچ ہے ہے اسمیں دونوں وقت دال یا ہو سکے تو کسی دن سبزی ملتی ہے اور ہفتہ میں دو تین دفعہ گوشت دیا جاتا ہے ۔

متفرق اخراجات: (۱) دھوبی۔ حجام۔ کاغذ۔ قلم دوات وغیرہ پر تو کچھ پیسے ہی لگتے ہیں۔ (۲) دودھ پینے والے طلباء کیلئے اطلاع دیجاتی ہے کہ قادیان میں ۲ ر فی سیر دودھ ملتا ہے۔ (۳) دودھ کے علاوہ جو طلباء ناشتہ وغیرہ کرتے ہیں انکا خرچ اسکے علاوہ ہوتا ہے۔ اس تفصیل سے ہر ایک شخص اندازہ لگا سکیگا کہ وہ کس حیثیت میں اپنے بچے کو رکھنا چاہتا اور کتنا خرچ اسکے لیے ضروری ہوگا۔ **نوٹ:۔** ہر طالبعلم کو دو مہینے کا خرچ پیشگی جمع کرانا چاہیئے

دینی مذاکرات و علمی مشاغل:۔ علاوہ اس دینی تعلیم کے جو مدرسہ اور بورڈنگ میں طلباء کو دیجاتی ہے اس بات کا ذکر کرنا نہایت ہی ضروری ہے کہ سب سے ضروری اور موثر ذریعہ جو دین اور اخلاق فاضلہ سکھانے کا اس سکول کو میسر ہے قرآن کریم کا درس ہے جو حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ جیسے مقدس انسان کی پاک زبان سے وہ سنتے ہیں اسکے علاوہ ہر ہفتہ مدرسہ میں ایک جلسہ ہوتا ہے جسمیں سوم مڈل سے لیکر پنجم ہائی تک کے طالب علم انگریزی میں مضامین بیان کرتے یا مباحثات میں حصہ لیتے ہیں قرآن شریف کو ترتیل سے پڑھتے اور اس کا ترجمہ سناتے ہیں آخر میں قریباً ایک گھنٹہ تک ہیڈ ماسٹر صاحب حدیث شریف کا درس دیتے اور طلباء کو اسلامی اخلاق اور اسلامی زندگی

کی طرز سکھاتی ہیں۔ اسی طرح بورڈنگ ہوس میں بھی اکثر جمعرات کی ترتیب کو تمام طلباء ایک جلسہ کرتے ہیں۔ سکول کی ایک لائبریری ہے۔ اور ایک ریڈنگ روم ہے جس میں اردو و انگریزی اخبار آتے ہیں۔

ورزش و صحت جسمانی: عصر کی نماز کے بعد اور کبھی اس سے پہلے طلباء برابر ہاکی۔ فٹ بال۔ کرکٹ کھیلتے ہیں اور انہیں اساتذہ بھی حصہ لیتے ہیں۔ بیمار طلباء کیلئے اول تو حضرت خلیفۃ المسیح جیسے نادر وجود شفقت کرنیکے لیے ہیں اور اس کے علاوہ دو ڈاکٹر ہیں جو سکول کے شفاخانے پر مقرر ہیں۔ نیز سلسلہ عالیہ کے مکرم و معظم ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب بھی وقتاً فوقتاً بورڈنگ میں طلباء کا معائنہ فرماتے ہیں۔

چندہ کی نئی تحریک میں اس ماہ میں ذیل کے احباب اور انجمنوں کی طرف سے اطلاع آئی ہے کہ وہ دو پیسے فی روپیہ والی تجویز پر آئندہ کے لیے عملدرآمد کریں گے۔

میاں غلام نبی صاحب سیٹھی سوداگر راولپنڈی بجائے دو پیسے فی روپیہ کے ایک آنہ فی روپیہ دینے کا اقرار فرماتے ہیں جزاہ اللہ خیراً۔ جماعت میرٹھ۔ کاٹھ گڑھ۔ افریقہ۔ سانگلہ۔ لالہ موسیٰ۔ سید ابرار حسین صاحب منصوری۔ مولوی امام الدین صاحب گولیکی مع دیگر احباب۔ اس کے علاوہ اس ماہ میں جماعت لودھیانہ نے طبع لیکچر الہ آباد میں نصف کی مدد دی اور بابو غلام محی الدین صاحب گڈس کلرک۔ جناب احمد اللہ صاحب انسپکٹر اور منشی حامد حسین خانصاحب سکنہ میرٹھ نے اپنے خرچ پر ایک ایک رسالہ انگریزی جاری کیا جزاہم اللہ احسن الجزاء۔ مولوی عمر الدین صاحب صریح نے اپنے لڑکے کی شادی کی تقریب میں لنگر کا ایک دن کا خرچ عطا فرمانے کا وعدہ کیا ہے۔ جو اطلاع جانے پر ارسال کریں گے۔ خدائے تعالیٰ انکو جزائے خیر دے اور یہ نکاح دینی دنیاوی برکات کا موجب ہو۔ چودھری غلام احمد صاحب بی اے انسپکٹر ڈاکخانہ جات علاقہ کوئٹہ نے اس تجویز پر عملدرآمد کرنے کے لیے بہت سے احباب سے وعدے لیے ہیں اور امید دلاتے ہیں کہ اس سال انشاء اللہ پہلے سے دگنا روپیہ وصول ہو سکے گا۔ خدائے تعالیٰ انکی سعی کو قبول فرماوے۔ آمین

جن احباب نے اس طرف توجہ نہیں فرمائی انکی طرف سے مایوسی تو نہیں مگر افسوس ضرور ہے اور زیادہ تر افسوس اس وجہ سے ہے کہ ہماری بعض اول درجہ کی انجمنیں ابتک اس تحریک میں شامل ہونے سے قاصر ہیں۔ میں یہ کہنے سے رک نہیں سکتا کہ اس کی وجہ ہمارے کارکن احباب کی بے توجہی ہے۔ دو پیسے فی روپیہ سلسلہ کے اہم ضروریات کے لیے نکالدینا کوئی ایسا امر نہ تھا جو کسی پر خواہ وہ امیر ہو یا غریب شاق گذرتا۔ جن احباب نے اب تک توجہ نہیں فرمائی وہ خدا کے لیے اس بات پر غور کریں کہ جنہوں نے اس تجویز کو منظور کر لیا ہے وہ بھی آخر ہمارے ہی بھائی ہیں وہ کونسی مشکلات میں پڑ گئے ہیں جو ہم ڈر جائیں۔ کچھ قربانی کرو تا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مستحق اجر ٹھہرو۔ لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون۔ بہت سے دوستوں کو نئی نئی تجاویز سلسلہ کی بہتری کی سوجھتی ہیں۔ میں کہتا ہوں انکو بھی پورا کر سکتے ہو تو کرو مگر جو کام ہاتھ میں لے چکے ہو۔ جو سلسلہ کے فرائض میں داخل ہو چکا ہے اس کی طرف بہت زیادہ توجہ کرو۔ تین ماہ سے زیادہ عرصہ اس تجویز کو اس رسالہ کے صفحات میں جگہ پاتے گذر گیا ہے۔ حالانکہ اگر ہمارے احباب توجہ فرماتے تو تین دن میں ہر طرف سے لبیک کی آواز آ سکتی تھی۔

اگر میرے احباب پوری توجہ کریں تو پھر مجھے اس مضمون پر لکھنے کی ضرورت پیش نہ آوے۔

محمد علی

سکرٹری صدر انجمن احمدیہ قادیان

اعلان تمام روپیہ جو خزانہ انجمن میں داخل ہونا ہو وہ بنام محاسب صدر انجمن احمدیہ قادیان بھیجا کریں اور ساتھ کوپن پر یا علیحدہ خط میں تفصیل ضرور دیا کریں کہ کس مد میں وہ روپیہ جمع ہوگا۔ اگر کسی صاحب کے نزدیک مرسلہ روپیہ کا علم سکرٹری کو دینا لازمی ہو تو یہ تفصیل میرے نام پر روانہ کر سکتا ہے۔ مگر روپیہ ضروری ہے کہ محاسب کے نام ہی آیا کرے۔

محمد علی سکرٹری

(مطبع میگزین قادیان مینجر میگزین کے اہتمام سے طبع ہوا)